قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (آل عمران: 74)

روزنامہ

الفضل لندن

مدیر۔ ابو سعید

Online Edition

منگل 26 اپریل 2022ء | 24 رمضان 1443 ہجری قمری | 26 شہادت 1401 ہجری شمسی | جلد:4 | شمارہ:99

فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

قبولیت دعا کا نسخہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تکالیف اور مصائب کے وقت اس کی دعاؤں کو قبول کرے تو اسے چاہئے کہ وہ خوشحالی کے اوقات میں کثرت سے دعائیں کرتا رہے۔

(ترمذی کتاب الدعوات باب ما جاء ان دعوۃ المسلم مستجابۃ)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

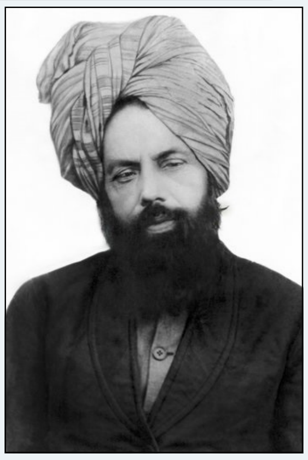

دعا وہ موت ہے پر آخر کو زندہ کرتی ہے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

’’وہ دعا جو معرفت کے بعد اور فضل کے ذریعہ سے پیدا ہوتی ہے وہ اور رنگ اور کیفیت رکھتی ہے۔ وہ فنا کرنے والی چیز ہے۔ وہ گداز کرنے والی آگ ہے۔ وہ رحمت کو کھینچنے والی ایک مقناطیسی کشش ہے۔ وہ موت ہے پر آخر کو زندہ کرتی ہے۔ وہ ایک تندسیل ہے پر آخر کو کشتی بن جاتی ہے۔ ہر ایک بگڑی ہوئی بات اس سے بن جاتی ہے اور ہر ایک زہر آخر اس سے تریاق ہو جاتا ہے۔

مبارک وہ قیدی جو دعا کرتے ہیں۔ تھکتے نہیں کیونکہ ایک دن رہائی پائیں گے۔ مبارک وہ اندھے جو دعاؤں میں سست نہیں ہوتے کیونکہ ایک دن دیکھنے لگیں گے۔ مبارک وہ جو قبروں میں پڑے ہوئے دعاؤں کے ساتھ خدا کی مدد چاہتے ہیں کیونکہ ایک دن قبروں سے باہر نکالے جائیں گے۔ مبارک تم جب کہ دعا کرنے میں کبھی ماندہ نہیں ہوتے، اور تمہاری روح دعا کے لئے پگھلتی اور تمہاری آنکھ آنسو بہاتی اور تمہارے سینے میں ایک آگ پیدا کر دیتی ہے اور تمہیں تنہائی کا ذوق اٹھانے کے لئے اندھیری کوٹھریوں اور سنسان جنگلوں میں لے جاتی ہے۔ اور تمہیں بے تاب اور دیوانہ اور از خود رفتہ بنا دیتی ہے کیونکہ آخر تم پر فضل کیا جاوے گا۔ وہ خدا جس کی طرف ہم بلاتے ہیں نہایت کریم و رحیم، حیا والا، صادق، وفادار، عاجزوں پر رحم کرنے والا ہے۔ پس تم بھی وفادار بن جاؤ۔ اور پورے صدق اور وفا سے دعا کرو کہ وہ تم پر رحم فرمائے گا۔ دنیا کے شور و غوغا سے الگ ہو جاؤ اور نفسانی جھگڑوں کا دین کو رنگ مت دو۔ خدا کے لئے ہار اختیار کر لو اور شکست کو قبول کر لو تا بڑی بڑی فتحوں کے تم وارث بن جاؤ۔ دعا کرنے والوں کو خدا معجزہ دکھائے گا۔ اور مانگنے والوں کو ایک خارق عادت نعمت دی جائے گی۔ دعا خدا سے آتی ہے اور خدا کی طرف ہی جاتی ہے۔ دعا سے خدا ایسا نزدیک ہو جاتا ہے جیسا کہ تمہاری جان تم سے نزدیک ہے۔ دعا کی پہلی نعمت یہ ہے کہ انسان میں پاک تبدیلی پیدا ہوتی ہے۔۔۔

غرض دعا وہ اکسیر ہے جو ایک مشتِ خاک کو کیمیا کر دیتی ہے۔ اور وہ ایک پانی ہے جو اندرونی غلاظتوں کو دھو دیتا ہے۔ اس دعا کے ساتھ روح پگھلتی ہے اور پانی کی طرح بہہ کر آستانہ حضرت احدیت پر گرتی ہے۔ وہ خدا کے حضور میں کھڑی بھی ہوتی ہے اور رکوع بھی کرتی ہے۔ اور سجدہ بھی کرتی ہے اور اسی کی ظل وہ نماز ہے جو اسلام نے سکھلائی ہے‘‘

(لیکچر سیالکوٹ، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 222-224)

ارشاد باری تعالیٰ

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیۡ عَنِّیۡ فَاِنِّیۡ قَرِیۡبٌ ؕ اُجِیۡبُ دَعۡوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ

(البقرہ: 187)

ترجمہ: اور جب میرے بندے تجھ سے میرے متعلق سوال کریں تو یقیناً میں قریب ہوں۔ میں دعا کرنے والے کی دعا کا جواب دیتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے۔

فرمان خلیفہ وقت

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ آخری عشرے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عبادت کے لئے اتنی کوشش فرماتے جو اس کے علاوہ کبھی دیکھنے میں نہ آتی تھی۔

(صحیح مسلم کتاب الاعتکاف باب الاجتہاد فی العشر الاواخر من شہر رمضان)

پس ہمارے سامنے یہ اُسوہ ہے۔ ان بقایا دنوں میں ہمیں چاہئے کہ خاص توجہ سے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں یہ دن گزاریں، دعاؤں میں لگ جائیں اور اپنی دنیا و آخرت سنوارنے والے بن جائیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے ایمان کی حالت میں اور محاسبہ نفس کرتے ہوئے رمضان کے روزے رکھے، اسے اس کے گزشتہ گناہ بخش دیئے جائیں گے اور جس شخص نے ایمان کی حالت میں اور اپنے نفس کا محاسبہ کرتے ہوئے لیلۃ القدر کی رات قیام کیا اسے اس کے گزشتہ گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

(بخاری کتاب فضل لیلۃ القدر باب فضل لیلۃ القدر)

گزشتہ گناہ بخشے جانے کا مطلب ہی یہی ہے کہ اس کو آئندہ سے گناہ سے نفرت پیدا ہو جائے گی اور نیکیاں کرنے کی طرف توجہ زیادہ پیدا ہو جائے گی اور اس کا ہر فعل خدا تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنے والا بن جائے گا۔ پس ایک مومن جب اپنی غلطیوں پر نظر رکھتے ہوئے، اپنا محاسبہ کرتے ہوئے خدا تعالیٰ کے حضور پیش ہو گا، اس کے آگے جھک رہا ہو گا، دعائیں کر رہا ہو گا تو یہ دن یقیناً اس میں انقلابی تبدیلی پیدا کرنے والا دن ہو گا۔ پس ہر احمدی کو چاہئے کہ ان دنوں کو اپنی زندگیوں کو سنوارنے کا ذریعہ بنا لیں اور خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والے بن جائیں۔

(خطبۂ جمعہ بیان فرمودہ مؤرخہ 21 اکتوبر 2005ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

اس شمارہ میں

- یا ربّ کسی معشوق سے عاشِق نہ جُدا ہو (منظوم)
- مادی عطر اور روحانی خوشبو سے ممسوح کرنا
- دعا، ربوبیت اور عبودیت کا ایک کامل رشتہ ہے (مسیح موعودؑ)
- فضل اور رحمت کے دائرے
- علم و عمل (قسط اول)
- آئیوری کوسٹ میں ریجنل جلسے

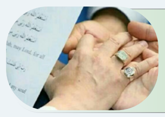

دربارِ خلافت

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

پس یہ وہ روزے ہیں جو ہم میں سے ہر ایک کو رکھنے کی کوشش کرنی چاہیئے، نہ کہ وہ روزے جن کا مقصد رمضان کی ایک رَو، رمضان میں جو ایکا چلی ہوتی ہے جو تمام لوگ روزے رکھ رہے ہوتے ہیں، سحری کے لئے اُٹھ رہے ہوتے ہیں۔ اس رَو میں بہتے ہوئے روزے رکھے جائیں۔صرف صبح سے شام تک بھوکا رہنا روزے کا مقصد نہ ہو بلکہ تقویٰ کی تلاش ہو۔ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا حصول ہو۔ وہ روزہ ہو جو ڈھال بن جائے۔ وہ روزہ ہو جو ہر شر سے بچانے والا اور ہر خیر کے راستے کھولنے والا ہو۔ وہ روزہ ہو جو صرف دن کا فاقہ نہ ہو بلکہ ذکرِ الٰہی کے ساتھ راتوں کو نوافل سے سجا ہوا ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کی راتوں کے نوافل کو بڑی اہمیت دی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جو شخص رمضان کی راتوں میں اُٹھ کر نماز پڑھتا ہے اُس کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

(صحیح البخاری کتاب الایمان باب تطوع قیام رمضان من الایمان حدیث نمبر 37)

پھر روزہ صرف دینی شرور سے بچنے کیلئے اور خیر کے راستے کھولنے والا نہیں ہے بلکہ دنیاوی شر سے بچانے والا اور خیر کے راستے کھولنے والا بھی ہے۔مثلاً ایک خیر جس کو اب ڈاکٹر بھی تسلیم کرتے ہیں، سائنسدانوں کے ایک طبقہ نے بھی ماننا شروع کر دیا ہے کہ سال میں ایک مہینے کا جو کھانے پینے کا کنٹرول ہے وہ انسانی صحت کے لئے مفید ہے۔تو یہ خیر ہے، ایک بھلائی ہے جو اس روزے سے انسانی جسم کو حاصل ہوتی ہے۔

پس نیت اللہ تعالیٰ کی رضا ہو تو جسمانی فائدہ بھی خود بخود پیدا ہو جاتا ہے اور اس کے علاوہ بھی بہت سے فوائد ہیں۔ پھر روزہ جو تقویٰ کے حصول کے لئے رکھا جائے، وہ رمضان جس میں سے تقویٰ کے حصول کے لئے گزرا جائے، معاشرے کی خوبصورتی کا باعث بھی بنتا ہے۔ ایک دوسرے کیلئے قربانی کی روح پیدا ہو جاتی ہے۔ اپنے غریب بھائیوں کی ضروریات کی طرف توجہ پیدا ہوتی ہے اور یہ ہونی ضروری ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اُسوہ ہمارے سامنے ہے اور اُس سے ہمیں یہی نظر آتا ہے کہ آپ رمضان کے مہینے میں صدقہ وخیرات تیز آندھی کی طرح فرمایا کرتے تھے۔

(صحیح البخاری کتاب بدء الوحی باب نمبر 5 حدیث نمبر 6)

پس ایک مومن کا بھی فرض ہے کہ اس سنت پر عمل کرے۔ یقیناً یہ معاشرے میں بے چینیوں کو دور بقیہ صفحہ 14 پر

یا ربّ کسی معشوق سے عاشق نہ جُدا ہو

(کلام حضرت میر محمد اسماعیلؓ)

کُشتوں پہ اگر آن کے تُو اپنے کھڑا ہو
اک شورِ قیامت تیری آمد سے بپا ہو

معشوق کا برتاؤ ہو عاشق سے تو کیا ہو؟
گہ لُطف ہو، گہ ناز ہو، گہ جَور و جفا ہو

کیا جانیئے قسمت میں یہ کیا پھیر ہے اپنی
ہم جس کے لئے جان دیں وہ ہم سے خفا ہو

کیا تاب زباں کی کہ کرے ہجر کا مذکور
یا ربّ کسی معشوق سے عاشق نہ جُدا ہو

اے ابروو مژگانِ صنم! یہ تو بتاؤ؟
گر تُم نہیں جلّاد زمانے کے تو کیا ہو؟

گر قہر پہ ہو جائے کمر بستہ وہ جاناں
غوغائے ستم شورشِ محشر سے سوا ہو

آج کی دعا

اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ أَنْتَ قَیِّمُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِیْھِنَّ، وَلَکَ الْحَمْدُ لَکَ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِیْھِنَّ، وَلَکَ الْحَمْدُ أَنْتَ نُوْرُ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِیْھِنَّ، وَلَکَ الْحَمْدُ أَنْتَ مَلِکُ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضِ، وَلَکَ الْحَمْدُ أَنْتَ الْحَقُّ وَوَعْدُکَ الْحَقُّ، وَلِقَاؤُکَ حَقٌّ، وَقَوْلُکَ حَقٌّ، وَالْجَنَّةُ حَقٌّ، وَالنَّارُ حَقٌّ، وَالنَّبِیُّوْنَ حَقٌّ، وَمُحَمَّدٌ (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) حَقٌّ، وَالسَّاعَةُ حَقٌّ۔ اَللّٰھُمَّ لَکَ أَسْلَمْتُ، وَبِکَ اٰمَنْتُ، وَعَلَیْکَ تَوَکَّلْتُ، وَإِلَیْکَ أَنَبْتُ، وَبِکَ خَاصَمْتُ، وَإِلَیْکَ حَاکَمْتُ، فَاغْفِرْ لِیْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا أَخَّرْتُ، وَمَا أَسْرَرْتُ وَمَا أَعْلَنْتُ، أَنْتَ الْمُقَدِّمُ، وَأَنْتَ الْمُؤَخِّرُ، لَآ إِلٰهَ إِلَّآ أَنْتَ – أَوْ: لَآ إِلٰهَ غَیْرُکَ

(صحیح البخاری، کتاب التھجد باب التھجد باللیل۔۔۔۔، حدیث: 1120)

ترجمہ: اے اللہ! سب تعریفوں کا تُو حقدار ہے کہ تُو آسمانوں اور زمین کو اور ان کو بھی جو اُن میں ہیں قائم رکھنے والا ہے۔ ہرقسم کی تعریف کا تُو ہی مستحق ہے کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہت تیری ہے اور ان کی بھی جو اُن میں ہیں۔ ہرقسم کی تعریف کا تُو ہی مستحق ہے تُو آسمانوں کا اور زمین کا نور ہے اور ان کا جو اُن میں ہیں۔ اور ہرقسم کی تعریف کا تُو ہی مستحق ہے کہ تو آسمانوں اور زمین کا بادشاہ ہے۔ تیرے لئے سب حمد ہے۔ تُو برحق ہے اور تیرا وعدہ برحق ہے اور تیری ملاقات برحق ہے اور تیرا ارشاد برحق ہے اور جنت برحق ہے اور دوزخ برحق ہے اور انبیاءؑ برحق ہیں اور محمد ﷺ برحق ہیں اور قیامت برحق ہے۔ اے اللہ! میں نے تیری فرمانبرداری کی، تجھ پر ایمان لایا، تجھ پر ہی توکل کیا، میں تیرے حضور جھکا ہوں اور تیری خاطر میں نے جھگڑا کیا اور تیرے حضور فیصلہ چاہا۔ پس تُو مجھے بخش دے جو میں نے پہلے آگے بھیجا اور جو بعد کے لئے رکھ دیا۔ اور جسے میں نے پوشیدہ کیا اور جس کا میں نے اظہار کیا۔ تُو مقدم ہے اور تُو مؤخر ہے۔ صرف تُو ہی عبادت کے لائق ہے یا (فرمایا) تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا نبی ﷺ جب رات کو تہجد پڑھنے کے لئے اٹھتے تو یہ دعا فرماتے تھے۔

ہمارے قابل صد احترام پیارے آقا سیّدنا حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ہمیں نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ان چند دنوں کے بارے میں خدا تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یہ جو آخری عشرہ کے دن ہیں یہ اس برکتوں والے مہینے کی وجہ سے جہنم سے نجات دلانے کے دن ہیں۔ گناہ گار سے گناہگار شخص بھی اگر خالص ہو کر اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکے تو اپنے آپ کو آگ سے بچانے والا ہو گا۔ پس یہ گناہگار سے گناہگار شخص کے لئے بھی ایک خوشخبری ہے کہ اپنی زندگیوں کو پاک کرنے کے سامان کر لو۔

آخری عشرہ میں اللہ تعالیٰ جہنم سے نجات دیتا ہے۔ دعائیں قبول کرتا ہے۔ تو یہ دعا بھی کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اس دنیا کی ہوا و ہوس کی جہنم سے بھی ہمیں نجات دے۔ ہماری دعائیں قبول فرمائے، ہماری توبہ قبول فرماتے ہوئے ہمیں اپنی رضا کو حاصل کرنے والا بنا دے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس بارہ میں فرماتے ہیں کہ اُجِیۡبُ دَعۡوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ (البقرہ:187) یعنی میں توبہ کرنے والے کی توبہ قبول کرتا ہوں۔ خدا تعالیٰ کا یہ وعدہ اس اقرار کو جائز قرار دیتا ہے جو کہ سچے دل سے توبہ کرنے والا کرتا ہے۔ اگر خدا تعالیٰ کی طرف سے اس قسم کا اقرار نہ ہوتا تو پھر توبہ کا منظور ہونا ایک مشکل امر تھا۔ سچے دل سے جو اقرار کیا جاتا ہے اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ پھر خدا تعالیٰ بھی اپنے تمام وعدے پورے کرتا ہے جو اس نے توبہ کرنے والوں کے ساتھ کئے ہیں اور اسی وقت سے ایک نور کی تجلّی اس کے دل میں شروع ہو جاتی ہے جب انسان یہ اقرار کرتا ہے کہ میں تمام گناہوں سے بچوں گا اور دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 28 اکتوبر 2005ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 18 نومبر 2005ء صفحہ 6)

مرسلہ: مریم رحمٰن

اداریہ

مادی عطر اور روحانی خوشبو سے ممسوح کرنا

ابتدائے دنیا سے انسان خوشبو کو پسند کرتا آیا ہے اور ایسے ماحول کی تلاش میں رہتا ہے کہ جہاں وہ بیٹھ کر یا کچھ وقت گزار کر اپنی طبیعت کو تر و تازہ کرے۔

بہت سی بیماریاں بدبوؤں سے پیدا ہوتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دین حق نے بدبو دار چیزیں استعمال کر کے یا جسم کو گندا رکھ کے مساجد اور مجلسوں میں آنے سے منع کیا ہے۔خوشبوئیں صحت کے لئے بھی اچھی ہوتی ہیں اور بہت سی بیماریوں کا علاج بھی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ رسول کریم ﷺ نے مساجد اور مجالس میں آنے سے پہلے خوشبو لگانے کا حکم دیا ہے۔ کیونکہ اچھی خوشبو دماغ کو تروتازہ رکھتی ہے۔

زمانہ کی ترقی کے ساتھ ساتھ خوشبودار پھولوں کے عرق اور Extract تیار ہونے لگے جن کو عطر کے نام سے یاد کیا جاتا تھا اور لوگ اس کو اپنے کپڑوں پر لگانے لگے۔ پھر آہستہ آہستہ الکحل کی آمیزش سے سپرے والے پرفیوم آگئے۔عطر سازی وغیرہ آہستہ آہستہ ایک علم اور صنعت کی صورت اختیار کر گئی حتیٰ کہ جسم یا کپڑوں پر عطر لگانے کے طریق بھی پرنٹ و الیکٹرانک میڈیا میں بیان ہونے لگے۔ جیسے کہا گیا کہ جسم پر عطر نرم جگہ تلاش کر کے لگانا چاہئے بعض کان کے پچھلے حصہ پر لگا کر، بعض گردن کے اگلے حصہ کے گڑھے میں لگا کر، بعض ناف پر لگا کر Rub کرنے کو کہتے ہیں۔حتیٰ کہ بعض لوگ کلائیوں کے اندر والے حصہ پر لگا کر Rub کرنے کو ترجیح دیتے ہیں۔ ان کا مؤقف یہ ہے کہ اگر جسم کے نرم حصہ پر لگا کر عطر کو ملا جائے تو خوشبو اندر تک جذب ہو جاتی ہے اور آہستہ آہستہ بھینی بھینی خوشبو کا احساس ہوتا رہتا ہے۔ ایک نئی تحقیق کے مطابق اپنی کلائیوں پر تھوڑی سی ویزلین پٹرولیم جیلی لگا کر پرفیوم لگائیں تو اس کی بھینی بھینی خوشبو سے نہ صرف آپ خود محظوظ ہوں گے بلکہ ماحول معطر رہے گا۔

جہاں تک کپڑوں پر خوشبو لگانے کا تعلق ہے تو اس حوالہ سے بھی طریقے اور آداب درج ہیں۔ کہتے ہیں صرف ان کپڑوں پر عطر لگائیں جو روزانہ بدل لئے جاتے ہیں۔ یا اگر دوسرے دن بھی وہی کپڑے پہننے پڑ جائیں تو ایک روز قبل کا لگایا ہوا عطر ہی استعمال کریں۔ دوسری خوشبو لگانے سے بدبو کا احساس ہوگا۔اسی لئے کہتے ہیں کہ کوٹ، اچکن، ویسٹ کوٹ، برقعہ یا ایسے Uppers جن کا استعمال Seasonally ہوتا ہے ان پر خوشبو استعمال نہ کی جائے۔ کیونکہ انسان بھول جاتا ہے کہ کل یا کچھ دن قبل میں نے کون سی خوشبو لگائی تھی۔ Upper پر مختلف قسم کی خوشبوئیں لگنے سے ایک ایسی خوشبو بن جاتی ہے جو عرف عام میں پسند نہیں کی جاتی۔ پھر دنیا کے بعض علاقوں میں عطر لگانے یا پرفیوم چھڑکنے کے حوالہ سے یہ بھی گمان ہے کہ جی بھر کر چھڑکاؤ کرو۔ حالانکہ یہ غلط تصور ہے۔ سپرے کا ایک دو دفعہ چھڑکاؤ ہی کافی ہوتا ہے اور وہی اچھی خوشبو مہیا کرتا ہے۔

مادی عطر اور خوشبو کے علاوہ مذہبی جماعتوں میں ایک روحانی عطر یا پرفیوم بھی متعارف ہے۔ آنحضور ﷺ نے فرمایا ہے ”نیک اور بُرے ساتھی کی مثال ان دو آدمیوں کی طرح ہے۔ جن میں ایک کستوری یعنی خوشبو اٹھائے ہوئے ہو اور دوسرا بھٹی جھونکنے والا۔ کستوری والا شخص تجھے مفت خوشبو دے گا یا تو اس سے خوشبو خریدے گا ورنہ کم از کم تو اس کی خوشبو اور مہک تو سونگھ ہی لے گا“۔ (مسلم کتاب البر والصلہ) حضرت مولانا کرم الٰہی مبلغ سپین میں مادی خوشبو فروخت کرتے اور ساتھ ہی خریداروں کو آگاہ بھی فرماتے کہ میرے پاس دینی خوشبو بھی ہے جو آپ کو ہمیشہ معطر رکھے گی۔

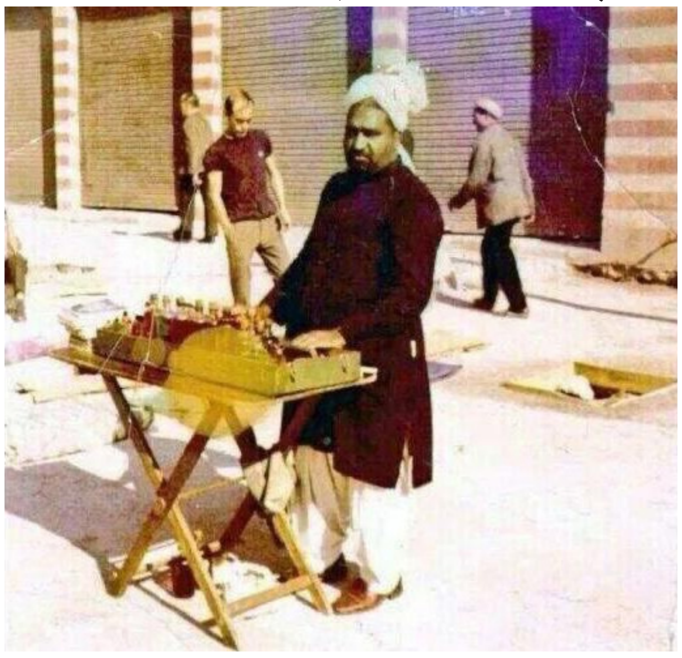

خوشبوئیں جن سے معطر ہونے کی ضرورت ہے

کہتے ہیں گلاب کے پھول کی پتیاں جہاں گرتی رہتی ہیں وہاں کی مٹی بھی خوشبودار ہو جاتی ہے۔ اگر ہم دین محمد ﷺ کی تعلیمات کو دیکھیں تو سب سے پہلی اور سب سے اچھی خوشبو تو قرآن کریم کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں مہیا فرمائی ہے۔ دوسرے نمبر پر ہمارے بہت ہی پیارے رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے ارشادات و فرمودات ہیں جو احادیث کی شکل میں بطور خوشبو موجود ہیں۔ تیسرے نمبر پر ہمارے پیارے رسولؐ کی سیرت ہے جس کی تشریح میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کَانَ خُلُقُہُ الْقُرْاٰن کہ آنحضورؐ کے اخلاق، اطوار و عادات عین قرآن کے مطابق ہیں۔ چوتھے نمبر پر ہم آج کے مامور زمانہ حضرت مسیح موعودؑ کی تشریحات اور عمل کی خوشبو سے اپنے آپ کو معطر کر سکتے ہیں۔ جنہوں نے حکم وعدل کے طور پر قرآن کریم اور آنحضور ﷺ کی تعلیمات کی تشریح نہ صرف عین اسلامی تعلیمات کے مطابق کی بلکہ اپنے عملی نمونہ سے ثابت کیا کہ آپ کا کوئی فعل سنت رسولؐ کے مخالف نہیں۔ پانچویں نمبر پر جہاں سے ہمیں خوشبو میسر آتی ہے وہ خلافت کا پلیٹ فارم ہے۔ جماعت احمدیہ کا قریباً 114 سالوں سے یہ روحانی باغ خوشبوئیں بکھیر رہا ہے۔ آج ہمارے موجودہ امام حضرت مرزا مسرور احمد صاحب خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ ہر جمعہ کو خطبہ کے ذریعہ دین محمد ﷺ کی حسین تعلیمات کی خوشبو بکھیرتے ہیں اور ہم اس خوشبو سے نہ صرف حظ اٹھاتے بلکہ اپنے اندر اسے جذب کر کے سارا ہفتہ ہی محظوظ ہوتے ہیں۔ وہ ہمیں قیام نماز، تلاوت قرآن اور اعلیٰ اخلاق کو اپنانے کی تلقین کرتے ہیں اور ہم میں سے ہر کوئی مختلف خوشبو دار پھولوں کے گلدستہ کی صورت اختیار کرتا ہے جس سے ماحول معطر ہوتا ہے اور ہر طرف سے یہی آوازیں بلند ہوتی سنائی دیتی ہیں کہ حضرت محمد ﷺ کی تعلیمات کے حقیقی تابع اور وارث یہی لوگ ہیں۔ آج ہم میں سے ہر ایک کا فرض ہے کہ اپنے پیارے امام کی ہر نصیحت کو حرز جان بنائے اور تعلیمات کی خوشبو اپنے اندر جذب کر کے دوسروں کے لئے نمونہ بنے۔

الفضل آن لائن ایک خوشبو

چھٹے نمبر پر جماعت کے اخبار اور میگزینز ہیں جن کے ذریعہ ہم اپنے آپ کو معطر کرتے اور فائدہ اٹھاتے ہیں۔ ان میں سے ایک روزنامہ الفضل آن لائن ہے جو لندن وقت کے مطابق ماسوائے اتوار کے روزانہ رات 12 بجے لانچ ہوتا ہے جسے www.alfazlonline.org پر دیکھا اور پڑھا جا سکتا ہے۔

رمضان ایک خوشبو

آج ماہ رمضان بھی ہمارے آنگن میں اسلامی اور روحانی خوشبوئیں بکھیرنے آیا ہے۔ ہمیں چاہئے کہ ان مبارک گھڑیوں کی خوشبوؤں سے اپنے آپ کو نہ صرف معطر کریں بلکہ اپنے حسین اعمال سے اپنے ماحول میں بسنے والے عزیز و اقارب کو بھی خوشبو دار کریں اور ہر احمدی گھرانہ میں نمازیں ادا ہو رہی ہوں، نوافل کی رونقیں لگی ہوں۔ نیکیوں کے بازار گرم ہوں۔ قرآن کریم کی تلاوت کی آوازیں ہر گھر سے بلند ہو رہی ہوں۔ خلیفۃ المسیح کے وعظ ونصیحت پر مشتمل خطبات کو سنیں اور ان میں بیان نصائح کو حرز جان بنائیں اور نیکیوں و حسنات کی ایسی خوشبوئیں بکھیریں کہ ہمارے گھروں میں اللہ کا نزول ہو اور سب سے پیارے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہماری بابرکت محفلوں کو ہمسائیگی نصیب ہو۔ آمین

(ابو سعید)

حسنیٰ مقبول احمد۔امریکہ

دعا، ربوبیت اور عبودیت کا ایک کامل رشتہ ہے (مسیح موعودؑ)

قسط 20

دعا کے قانون

ایک اور بات بھی قابل غور ہے کہ دنیا میں کبھی کوئی شخص کامیاب نہیں ہوا جو جسم اور روح دونوں سے کام نہ لے۔ اگر روح کوئی چیز نہیں تو ایک مردہ جسم سے کوئی کام کیوں نہیں ہوسکتا؟ کیا اس کے سارے قویٰ اور اعضاء موجود نہیں ہوتے۔ اب یہ بات کیسی صفائی کے ساتھ سمجھ میں آتی ہے کہ روح اور جسم کا تعلق جبکہ ابدی ہے۔ پھر کیوں کسی ایک کو بیکار قرار دیا جاوے۔ دعا کے لئے بھی یہی قانون ہے کہ جسم تکالیف اٹھاوے اور روح گداز ہو اور پھر صبر اور استقلال سے اللہ تعالےٰ کی ہستی پر ایمان لا کر حسن ظن سے کام لیا جاوے۔

(الحکم جلد 7 نمبر 10 صفحہ 2,1 مورخہ 17 مارچ 1903ء)

دعا کے زمانے میں بھی ابتلا آتے ہیں

دعا کے زمانہ میں بھی ابتلا آتے ہیں۔ ہر ایک کام کے لئے زمانہ ہوتا ہے اور سعید اس کا انتظار کرتے ہیں۔ جو انتظار نہیں کرتا اور چشم زدن میں چاہتا ہے کہ اس کا نتیجہ نکل آوے وہ جلد باز ہوتا ہے۔ اور بامراد نہیں ہوسکتا۔ میرے نزدیک یہ بھی ممکن ہے اور ہوتا ہے کہ دعا کے زمانہ میں ابتلا کے طور پر اور بھی ابتلا آجاتے ہیں۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام جب بنی اسرائیل کو فرعون کی غلامی سے نجات دلانے کے لئے آئے تو ان کو پہلے مصر میں فرعون نے یہ کام دیا ہوا تھا کہ وہ آدھا دن اینٹیں پاتھا کریں اور آدھا دن اپنا کام کیا کریں۔ لیکن جب حضرت موسےٰ علیہ السلام نے ان کو نجات دلانے کی کوشش کی۔ تو پھر شریروں کی شرارت سے بنی اسرائیل کا کام بڑھا دیا گیا اور انہیں حکم ملا کہ آدھا دن تو تم اینٹیں پاتھا کرو اور آدھا دن گھاس لایا کرو۔ حضرت موسےٰ علیہ السلام کو جب یہ حکم ملا اور انہوں نے بنی اسرائیل کو سنایا تو وہ بڑے ناراض ہوئے۔ اور کہا کہ موسیٰ خدا تم کو وہ دکھ دے جو ہم کو ملا ہے اور بھی انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کو بد دعائیں دیں مگر موسےٰ علیہ السلام نے ان کو یہی کہا کہ تم صبر کرو۔ تورات میں یہ سارا قصہ لکھا ہے کہ جوں جوں موسیٰ علیہ السلام انہیں تسلی دیتے تھے وہ اور بھی برافروختہ ہوتے تھے۔ آخر یہ ہوا کہ مصر سے بھاگ نکلنے کی تجویز کی گئی اور مصر والوں کے کپڑے اور برتن وغیرہ جو لئے تھے وہ ساتھ ہی لے آئے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام قوم کو لے کر نکل آئے تو فرعون نے اپنے لشکر کو لے کر ان کا تعاقب کیا۔ بنی اسرائیل نے جب دیکھا کہ فرعونیوں کا لشکر ان کے قریب ہے تو وہ بڑے ہی مضطرب ہوئے چنانچہ قرآن شریف میں لکھا ہے کہ اس وقت وہ چلائے اور کہا اِنَّا لَمُدۡرَکُوۡنَ (الشعراء:62) اے موسیٰ ہم تو پکڑے گئے مگر موسیٰ علیہ السلام نے جو نبوت کی آنکھ سے انجام کو دیکھتے تھے۔ انہیں یہی جواب دیا کَلَّا ۚ اِنَّ مَعِیَ رَبِّیۡ سَیَہۡدِیۡنِ (الشعراء:63) ہرگز نہیں۔ میرا رب میرے ساتھ ہے۔

تورات میں لکھا ہے کہ انہوں نے یہ بھی کہا کہ کیا مصر میں ہمارے لئے قبریں نہ تھیں۔ اور یہ اضطراب اس وجہ سے پیدا ہوا کہ پیچھے فرعون کا لشکر اور آگے دریائے نیل تھا وہ دیکھتے تھے کہ نہ پیچھے جا کر بچ سکتے ہیں اور نہ آگے جا کر مگر اللہ تعالےٰ قادر مقتدر خدا ہے۔ دریائے نیل میں سے انہیں راستہ مل گیا اور سارے بنی اسرائیل آرام کے ساتھ پار ہو گئے۔ مگر فرعونیوں کا لشکر غرق ہو گیا۔ سید احمد خاں صاحب اس موقعہ پر لکھتے ہیں کہ یہ جوار بھاٹا تھا۔ مگر ہم کہتے ہیں کہ کچھ ہو اس میں کوئی شبہ نہیں ہوسکتا کہ یہ عظیم الشان معجزہ تھا جو ایسے وقت پر اللہ تعالےٰ نے ان کے لئے راہ پیدا کر دی۔ اور یہی متقی کے ساتھ ہوتا ہے کہ ہر ضیق سے اسے نجات اور راہ ملتی ہے۔ یَجۡعَلۡ لَّہٗ مَخۡرَجًا (الطلاق:3)

غرض ایسا ہوتا ہے کہ دعا اور اس کی قبولیت کے زمانہ کے درمیانی اوقات میں بسا اوقات ابتلا پر ابتلا آتے ہیں اور ایسے ایسے ابتلا بھی آجاتے ہیں جو کمر توڑ دیتے ہیں مگر مستقل مزاج سعید الفطرت ان ابتلاؤں اور مشکلات میں بھی اپنے رب کی عنایتوں کی خوشبو سونگھتا ہے اور فراست کی نظر سے دیکھتا ہے کہ اس کے بعد نصرت آتی ہے۔ ان ابتلاؤں کے آنے میں ایک سِرّ یہ بھی ہوتا ہے کہ دعا کے لئے جوش بڑھتا ہے کیونکہ جس جس قدر اضطرار اور اضطراب بڑھتا جاوے گا اسی قدر روح میں گدازش ہوتی جائے گی۔ اور یہ دعا کی قبولیت کے اسباب میں سے ہیں۔ پس کبھی گھبرانا نہیں چاہیئے۔ اور بے صبری اور بیقراری سے اپنے اللہ پر بدظن نہیں ہونا چاہیئے۔ یہ کبھی بھی خیال کرنا نہ چاہیئے کہ میری دعا قبول نہ ہوگی یا نہیں ہوتی۔ ایسا وہم اللہ تعالےٰ کی اس صفت سے انکار ہوجاتا ہے کہ وہ دعائیں قبول فرمانے والا ہے۔

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ انسان ایک امر کے لئے دعا کرتا ہے مگر وہ دعا اس کی اپنی ناواقفی اور نادانی کا نتیجہ ہوتی ہے۔ یعنی ایسا امر خدا تعالےٰ سے چاہتا ہے جو اس کے لئے کسی صورت سے مفید اور نافع نہیں ہے تو اللہ تعالےٰ اس کی دعا کو تو ردّ نہیں کرتا لیکن کسی اور صورت میں پورا کر دیتا ہے۔ مثلاً ایک زمیندار جس کو ہل چلانے کے لئے بیل کی ضرورت ہے۔ وہ بادشاہ سے جا کر ایک اونٹ کا سوال کرے اور بادشاہ جانتا ہے کہ اس کو دراصل بیل دینا مفید ہوگا اور وہ حکم دے دے کہ اس کو ایک بیل دے دو وہ زمیندار اپنی بیوقوفی سے کہہ دے کہ میری درخواست منظور نہیں ہوئی۔ تو اس کی حماقت اور نادانی ہے۔ لیکن اگر وہ غور کرے تو اس کے لئے یہی بہتر تھا۔ اس طرح پر اگر ایک بچہ آگ کے سرخ انگارے دیکھ کر ماں سے مانگے تو کیا مہربان اور شفیق ماں یہ پسند کرے گی کہ اس کو آگ کے انگارے دیدے۔ غرض بعض اوقات دعا کی قبولیت کے متعلق ایسے امور بھی پیش آتے ہیں۔ جو لوگ بے صبری اور بدظنی سے کام لیتے ہیں وہ اپنی دعا کو ردّ کرا لیتے ہیں۔

اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس کی قبولیت کے زمانہ میں اور بھی درازی ہوجاتی ہے۔ بنی اسرائیل اسی وجہ سے چالیس برس تک ارض مقدس میں داخل ہونے سے محروم ہوگئے کہ ذرا ذرا سی بات پر شوخیوں سے کام لیتے تھے۔ میں کہتا ہوں کہ جس طرح بنی اسرائیل سے غلامی کے دنوں میں وعدے کئے گئے تھے اسی طرح پر اس امت کے لئے بھی ایک مماثلت ہے۔ ان پر بھی ایک غلامی کا زمانہ آنے والا تھا۔

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 432 -436 آن لائن ایڈیشن 1984ء)

اسم اعظم دعا

خواب میں خدا تعالیٰ کی طرف سے میرے دل پر مندرجہ ذیل دعا القاء کی گئی:

رَبِّ کُلُّ شَیۡءٍ خَادِمُكَ رَبِّ فَاحۡفَظۡنِیۡ وَانۡصُرۡنِیۡ وَارۡحَمۡنِیۡ

اور میرے دل میں ڈالا گیا کہ یہ اسم اعظم ہے اور یہ وہ کلمات ہیں کہ جو اسے پڑھے گا ہر ایک آفت سے اسے نجات ہوگی۔

الہامی دعا میں واحد متکلم کو جمع متکلم کے صیغہ کے ساتھ دعا کرنا۔

میر ناصر نواب صاحب نے حضرت اقدس سے دریافت کیا کہ یہ دعا رَبِّ کُلُّ شَیۡءٍ خَادِمُكَ والی جو الہام ہوئی ہے اگر اس میں بجائے واحد متکلم کے جمع متکلم کا صیغہ پڑھ کر دوسروں کو بھی ساتھ ملا لیا جائے تو حرج تو نہیں۔

حضرت اقدس نے فرمایا: کوئی حرج نہیں ہے۔

... قرآن مجید میں دونوں طرح دعائیں سکھائی گئی ہیں۔ واحد کے صیغہ میں بھی جیسے رَبَّنَا اغۡفِرۡ لِیۡ وَلِوَالِدَیَّ الخ (ابراھیم:42) اور جمع کے صیغہ میں بھی جیسے رَبَّنَاۤ اٰتِنَا فِی الدُّنۡیَا حَسَنَۃً وَّفِی الۡاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ (البقرہ:202) اور اکثر اوقات واحد متکلم سے جمع متکلم مراد ہوتی ہے۔ جیسے اس ہماری الہامی دعا میں فاحفظنی سے یہی مراد نہیں ہے کہ میرے نفس کی حفاظت کر بلکہ نفس کے متعلقات اور جو کچھ لوازمات ہیں سب ہی آجاتے ہیں۔ جیسے گھر بار۔ خویش و اقارب اعضاء و قویٰ وغیرہ۔

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 285, 269, 264)

علّامہ ایچ ایم طارق

فضل اور رحمت کے دائرے

قارئین الفضل آن لائن کے لئے ایک خصوصی تحریر

راقم الحروف برادرم مکرم حنیف احمد محمود صاحب مدیر الفضل آن لائن کا ممنون ہے جنہوں نے فضل و رحمت کے لطیف فرق کے حوالہ سے خامہ فرسائی کی دعوت کوئی چھ ماہ قبل دی تھی اور تعمیل حکم میں قرآن وحدیث اور لغت کے حوالہ جات کی جستجو بھی شروع کر دی تھی۔ مگر شاید مضمون کی تکمیل کے لئے اللہ تعالیٰ کا وہ فضل و رحمت اس وقت میسر نہ ہوسکا جتنا رمضان کے رحمتوں اور برکتوں والے مہینہ میں نصیب ہے لہٰذا جناب مدیر محترم کی فرمائش پر تاخیر کی معذرت کے ساتھ یہ مضمون ہدیہ قارئین ہے۔

خواستگار دعا: ایچ ایم طارق

قادیان دار الامان میں دارالمسیح کے پاکیزہ ماحول کی یہ کیسی سہانی اور دلگداز یاد ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ گھر تشریف لاتے ہیں اور اپنی مبشر اولاد میں سے دو کم سن مگر عظیم الشان بچوں کو محو گفتگو پا کر توجہ فرماتے ہیں۔ آپ کی آنکھ کا تارا محمود اور پیارا بشیر بحث کر رہے ہیں کہ علم اچھا ہے یا دولت؟ آپ کس شان استغناء اور دلربائی سے فرماتے ہیں کہ ’’بیٹا! نہ علم اچھا نہ دولت۔ خدا کا فضل اچھا‘‘

’’اس طرح حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے چھوٹے سے بیٹے کے دماغ میں شروع سے یہ خیال ڈال دیا کہ اگر خدا کا فضل نہ ہو تو علم اور دولت کسی کام کے نہیں کیونکہ اس علم اور دولت سے اگر برے کام کرنے لگ جائیں تو یہ برے بن جاتے ہیں۔‘‘

(حضرت مصلح موعودؓ از صاحبزادی امۃ القدوس صاحبہ صفحہ 5)

پھر خدا کی شان دیکھو کہ مسیح و مہدیؑ کی اس مبشر اولاد میں سے بڑے صاحبزادہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ خدائے رحمان کے فضل و رحمت کا نشان بن کر پیشگوئی مصلح موعود کے مصداق ٹھہرے تو دوسرے صاحبزادے حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے بھی خدائے رحیم کی رحمتوں سے حصہ پا کر قمرالانبیاء کا خطاب پایا

اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کی بطور بروز آخرین میں ظہور کی خبر دے کر فرمایا:

ذٰلِكَ فَضۡلُ اللّٰهِ يُؤۡتِيۡهِ مَنۡ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الۡفَضۡلِ الۡعَظِيۡمِ

(الجمعۃ: 5)

کہ یہ اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے اور اللہ بہت بڑے فضل والا ہے۔

گویا یہاں اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے عظیم الشان روحانی انعام کو ’’فضل‘‘ سے تعبیر فرمایا۔

مگر رحمتوں اور فضلوں کی اصل برسات کا زمانہ تو خود ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کا وہ بابرکت دور تھا جب صحرائے عرب پر فضل و رحمت کی موسلا دھار بارش ہوئی اور اس بنجر سرزمین کی آبیاری الٰہی شریعت سے کرکے ایک امی قوم کو دنیا کا معلم بنا دیا گیا۔ یہ حیرت انگیز انقلاب بھی اللہ تعالیٰ کا فضل عظیم ہی تو تھا۔ چنانچہ ارشاد باری ہوا:

وَاَنۡزَلَ اللّٰهُ عَلَيۡكَ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمۡ تَكُنۡ تَعۡلَمُ ؕ وَكَانَ فَضۡلُ اللّٰهِ عَلَيۡكَ عَظِيۡمًا

(النساء: 114)

یعنی اور اللہ نے تجھ پر کتاب اور حکمت اتاری ہے اور تجھے وہ کچھ سکھایا ہے جو تو نہیں جانتا تھا اور تجھ پر اللہ کا فضل بہت بڑا ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ نے کیا خوب فرمایا:

امی و در علم و حکمت بے نظیر
زیں چہ باشد حجتی روشن ترے

یعنی آنحضرت ﷺ پڑھے لکھے نہ تھے مگر علم وحکمت میں آپ جیسا کوئی نہیں ہوا (آپ ﷺ کی سچائی کی) اس سے زیادہ روشن دلیل اور کیا ہوسکتی ہے۔

پس وحی نبوت کا نزول بصورت قرآن ہو یا خود حضرت خاتم الانبیاء کا ظہور ان کا سرچشمہ اللہ تعالیٰ کی صفت رحمت اور فضل ہی ہیں۔ جن سے بنی نوع انسان کی دائمی مسرت اور فلاح و بہبود مقصود ہے چنانچہ نزول قرآن کو بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے تعبیر کرتے ہوئے فرمایا:

قُلۡ بِفَضۡلِ اللّٰهِ وَبِرَحۡمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلۡيَفۡرَحُوۡا ؕ هُوَ خَيۡرٌ مِّمَّا يَجۡمَعُوۡنَ

(یونس: 59)

یعنی تو کہہ دے کہ (قرآن) محض اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے ہے۔ پس اس پر چاہئے کہ وہ بہت خوش ہوں۔ وہ اس سے بہتر ہے جو وہ جمع کرتے ہیں۔

یہاں بھی فضل رحمت پہ مقدم ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ کو جب خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ، مُبَشِّرًا وَّنَذِيۡرًا اور سِرَاجًا مُّنِيۡرًا بنا کر مبعوث فرمایا تو اسے بھی مومنوں کے لئے فضل کبیر قرار دیا۔ فرمایا:

وَبَشِّرِ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ بِاَنَّ لَهُمۡ مِّنَ اللّٰهِ فَضۡلًا كَبِيۡرًا (الاحزاب: 48)

اور مومنوں کو خوشخبری دیدے کہ (یہ) ان کے لئے اللہ کی طرف سے بہت بڑا فضل ہے۔

یہاں یہ سوال بھی اہم ہے کہ رحمت و فضل کے دائروں کی وسعت کیا ہے، کہاں پر یہ دائرے باہم ملتے اور کہاں جدا ہوتے ہیں؟ لغت سے اس سوال کا جواب تلاش کیا جائے تو فضل اور رحمت کی باہمی نسبت کافی حد تک واضح ہوجاتی ہے۔ چنانچہ فضل نقص کی ضد ہے اور اس کے معنے زائد چیز یا انعام کے ہیں۔ اسی طرح ایسا احسان جو بغیر کسی سبب اور بدلہ کے ہو اسے بھی فضل کہتے ہیں

(تاج العروس جز 3 صفحہ 17)

اس لحاظ سے فضل کا لفظ اللہ تعالیٰ کی صفت رحمان کے زیادہ قریب اور اس کے تابع ہے جس میں بلا مبادلہ اور بلا استحقاق رحم کا مضمون غالب ہوتا ہے جبکہ لفظ رحمت رحم مادر سے مشتق اور قرابت کے لئے استعارہ ہے اور رحمت سے مراد ایسی نرمی وملائمت کا پایا جانا ہے جس کے نتیجہ میں کوئی احسان کیا جائے۔ تاہم جب یہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے لئے استعمال ہو تو اس سے مراد محض احسان ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفت رحیم کا مطلب رحم کے حقدار کو اس کے کام کی اچھی جزا دینا ہے

(بحر محیط مصنف علامہ ابوحیان اندلسی صفحہ 17، 27)

اسی طرح لکھا ہے کہ اللہ کی صفت رحمان بروزن فعلان رحم پر غلبہ کے معنے دلالت کرتی ہے جو کسی حق کے بغیر بھی رحم فرماتا ہے اور تمام بنی نوع انسان پر حاوی ہوتا ہے جبکہ صفت رحم مومنوں سے خاص ہے جس میں استحقاق کے مطابق سلوک کا مفہوم ہے۔۔۔۔ رحمان کی صفت کا تعلق دنیا سے اور رحم کا آخرت سے ہے یعنی رحمانیت اور فضل کی وسعت اہل دنیا پر بھی جاری ہے جبکہ رحیمیت کا آخرت میں جزا سے زیادہ تعلق ہے۔

(تفسیر فتح البیان مؤلفہ نوب صدیق حسن خان صفحہ 25 مطبع الصدیق بھوپال)

اس کی مزید تائید اس امر سے بھی ہوتی ہے کہ نبی کریمؐ نے مسجد میں داخل ہونے کی جو دعا سکھائی اس میں رحمت کے دروازے کھلنے کی التجاء ہے جبکہ مسجد سے نکلتے وقت فضل کے دروازے کھل جانے کی دعا ہے تاکہ نماز کی برکات دنیوی افضال کی صورت میں بھی ظاہر ہوں۔ نماز جمعہ کی ادائیگی کے بعد بھی حکم الٰہی ہے کہ پھر زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو (الجمعۃ: 10) اس ’’فضل‘‘ میں بھی دنیوی برکات کے حصول کی طرف اشارہ ہے جو انسان کی طبعی اور بنیادی ضرورت ہے اسی طرح فریضۂ حج کی ادائیگی کے بعد فرمایا کہ تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم اپنے رب کا فضل چاہو (سورہ بقرہ آیت 198، 197) یعنی تکمیل حج کے بعد بھی کاروبار دنیا میں مصروف ہونے کی۔ رخصت عطا فرمائی ہے۔

فضل کے لئے احسان کا لفظ بھی استعمال کیا جاتا ہے

حضرت مسیح موعودؑ یہ مضمون بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’پس یہ کس قدر احسان ہے کہ قویٰ سے کام لینے کے لئے اس نے ان ضروری سامانوں کو پہلے سے مہیا کر دیا۔ اور پھر یہ کس قدر اس کی رحمت ہے کہ اس نے ایسے قویٰ دیے ہیں اور ان میں بالقوہ ایسی استعدادات رکھ دی ہیں جو انسان کی تکمیل اور وصول الی الغایۃ کے لئے از بس ضروری ہیں۔ دماغ میں، اعصاب میں، عروق میں، ایسے خواص رکھے ہیں کہ انسان ان سے کام لیتا ہے اور ان کی تکمیل کر سکتا ہے اس لئے کہ قوتوں کی تکمیل کا سامان ساتھ ہی پیدا کر دیا ہے۔ یہ تو اندرونی نظام کا حال ہے کہ ہر ایک قوت اس منشاء اور مفاد سے پوری مناسبت رکھتی ہے جس میں انسان کی فلاح ہے اور بیرونی طور پر بھی ایسا ہی انتظام رکھا ہے کہ ہر شخص جس قسم کا حرفہ رکھتا ہے اس کے مناسب حال ادویات و آلات قبل از وجود مہیا کر رکھے ہیں۔ مثلاً اگر کوئی جوتا بنانے والا ہے تو اس کو چمڑا اور دھاگا نہ ملے تو وہ کہاں سے لائے اور کیونکر اپنے حرفہ کی تکمیل کرے اسی طرح درزی کو اگر کپڑا نہ ملے تو کیونکر سیئے۔ اسی طرح ہر متنفس کا حال ہے طبیب کیسا

ہی حاذق اور عالم ہو لیکن اگر ادویہ نہ ہوں تو وہ کیا کرسکتا ہے بڑی سوچ اور فکر سے ایک نسخہ لکھ کر دے گا لیکن بازار میں دوا نہ ملے تو کیا کرے گا۔ کس قدر خدا کا فضل ہے کہ ایک طرف تو اس نے علم دیا ہے اور دوسری طرف نباتات، جمادات، حیوانات جو مریضوں کے مناسب حال تھے پیدا کر دیئے ہیں اور ان میں قسم قسم کے خواص رکھے ہیں جو ہر زمانہ میں نااندیشیدہ ضروریات کے کام آسکتے ہیں۔ غرض خدا تعالیٰ نے کوئی چیز بھی غیر مفید پیدا نہیں کی۔ کتب میں لکھا ہے کہ اگر کسی کا پیشاب بند ہو جائے تو بعض وقت جوں کو احلیل میں دینے سے پیشاب جاری ہو جاتا ہے۔ انسان ان اشیا کی مدد سے کہاں تک فائدہ اٹھاتا ہے کوئی اندازہ کرسکتا ہے ہرگز نہیں بلکہ کسی کے تصور میں نہیں آسکتا پھر چوتھی بات پاداش محنت ہے اس کے لئے بھی خدا کا فضل درکار ہے مثلاً انسان کس قدر محنت و مشقت سے زراعت کرتا ہے اگر خدا تعالیٰ کی مدد اس کے ساتھ نہ ہو تو کیونکر اپنے گھر میں غلہ لا سکے۔ اسی کے فضل وکرم سے اپنے وقت پر ہر ایک چیز ہوتی ہے۔ چنانچہ اب قریب تھا کہ اس خشک سالی میں لوگ ہلاک ہو جاتے مگر خدا نے اپنے فضل سے بارش کر دی اور بہت سے حصہ مخلوق کو سنبھال لیا‘‘

(روئداد جلسہ دعا، روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 601-602)

رسالت بھی خدا کا فضل اور انعام ہے۔ پس نبوت و خلافت کے نتیجہ میں ایمان اور اسلام کی نعمت کا عطا ہونا اور خدا تعالیٰ کے مامور یا اس کے خلیفہ کی جماعت سے وابستہ ہوجانا بھی اللہ کا خاص فضل اور اس کی رحمت کی برکت سے ہی نصیب ہوتا ہے۔ عرب کے بادیہ نشینوں کو مخاطب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّ فِیۡکُمۡ رَسُوۡلَ اللّٰہِ ؕ لَوۡ یُطِیۡعُکُمۡ فِیۡ کَثِیۡرٍ مِّنَ الۡاَمۡرِ لَعَنِتُّمۡ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ حَبَّبَ اِلَیۡکُمُ الۡاِیۡمَانَ وَزَیَّنَہٗ فِیۡ قُلُوۡبِکُمۡ وَکَرَّہَ اِلَیۡکُمُ الۡکُفۡرَ وَالۡفُسُوۡقَ وَالۡعِصۡیَانَ ؕ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الرّٰشِدُوۡنَ۔ فَضۡلًا مِّنَ اللّٰہِ وَنِعۡمَۃً ؕ وَاللّٰہُ عَلِیۡمٌ حَکِیۡمٌ (الحجرات 8-9) ترجمہ: ’’اور جان لو کہ تم میں اللہ کا رسول موجود ہے اگر وہ تمہاری اکثر باتیں مان لے تو تم ضرور تکلیف میں مبتلا ہو جاؤ لیکن اللہ نے تمہارے لئے ایمان کو محبوب بنا دیا ہے اور اسے تمہارے دلوں میں سجا دیا ہے اور تمہارے لئے کفر اور بداعمالی اور نافرمانی سے سخت کراہت پیدا کر دی ہے یہی وہ لوگ ہیں جو ہدایت یافتہ ہیں۔ اللہ کی طرف سے یہ ایک بڑے فضل اور نعمت کے طور پر ہے اور اللہ دائمی علم رکھنے والا اور بہت حکمت والا ہے‘‘

اس زمانہ میں دیکھیں تو جماعت احمدیہ پر بھی اللہ تعالیٰ کا غیرمعمولی فضل اور احسان ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اس مسیح ومہدی کے ماننے کی توفیق دی جس کا چودہ سوسال سے انتظار تھا پھر اس کی خلافت کی نعمت سے وابستہ کر کے اسلام کی ترقی اور غلبے کے نظارے دیکھنے نصیب فرمائے۔

قرآن شریف میں فضل ورحم کی حقیقت پر غور کرتے ہوئے یہ مسئلہ بھی حل ہوجاتا ہے کہ نبوت کسب ہے یا موہبت؟ یعنی عمل سے نبوت ملتی ہے یا فضل سے؟ اس بارہ میں یاد رکھنا چاہئے کہ بے شک نبوت اللہ تعالیٰ کی عطا ہے اور اس کے فضل کے نتیجہ میں ہی ملتی ہے مگر یہ کسب وعمل کے بغیر بھی نہیں ہوتی جیسا کہ فرمایا کُلُّ نَفۡسٍۭ بِمَا کَسَبَتۡ رَہِیۡنَۃٌ (المدثر:39) ہر شخص اپنے اعمال کا رھین منت ہے۔ اور علم بھی محنت کے بغیر حاصل نہیں ہوتا لیکن ہمارے نبی پاک ﷺ کو علم لدنی خاص فضل الٰہی سے نصیب ہوگیا۔ آپ ﷺ ایک امی محض تھے جن کے بارہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا کُنۡتَ تَتۡلُوۡا مِنۡ قَبۡلِہٖ مِنۡ کِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّہٗ بِیَمِیۡنِکَ اِذًا لَّارۡتَابَ الۡمُبۡطِلُوۡنَ (العنکبوت:49) ترجمہ: ’’اور تُو اس سے پہلے کوئی کتاب نہیں پڑھتا تھا اور نہ تُو اپنے داہنے ہاتھ سے اُسے لکھتا تھا اگر ایسا ہوتا تو جھٹلانے والے تیرے بارہ میں ضرور شک میں پڑ جاتے‘‘ یعنی نزول قرآن سے پہلے نہ تو رسول کریم کوئی کتاب پڑھ سکتے تھے اور نہ ہی لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ دوسری جگہ فرمایا مَا کُنۡتَ تَدۡرِیۡ مَا الۡکِتٰبُ وَلَا الۡاِیۡمَانُ (الشوریٰ:53) آپ یہ بھی نہ جانتے تھے کہ کتاب و ایمان کیا چیز ہے مگر جب علیم وخبیر خدا نے رسول اللہ پر کلام الٰہی کا نزول فرمایا تو اس کے فضل عظیم سے آپ ﷺ کو تمام ضروری علوم سکھا دیے گئے۔ جیسا کہ فرمایا: وَاَنۡزَلَ اللّٰہُ عَلَیۡکَ الۡکِتٰبَ وَالۡحِکۡمَۃَ وَعَلَّمَکَ مَا لَمۡ تَکُنۡ تَعۡلَمُ ؕ وَکَانَ فَضۡلُ اللّٰہِ عَلَیۡکَ عَظِیۡمًا (النساء:114) یعنی اور اللہ نے تجھ پر کتاب اور حکمت اتارے ہیں اور تجھے وہ کچھ سکھایا ہے جو تو نہیں جانتا تھا اور تجھ پر اللہ کا فضل بہت بڑا ہے۔

قرآن شریف میں رسول اللہ ﷺ کے امتیوں کے لئے اعلیٰ روحانی انعامات نبوت، صدیقیت، شہادت اور صالحیت حاصل کرنے کی شرط اطاعت رسول قرار دے کر کھول دیا کہ عمل بھی حصول نبوت میں کارآمد تو ہے مگر یہ سب فضل کے بغیر نہیں جیسا کہ فرمایا وَمَنۡ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوۡلَ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰہُ عَلَیۡہِمۡ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیۡقِیۡنَ وَالشُّہَدَآءِ وَالصّٰلِحِیۡنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیۡقًا (النساء:70) یعنی اور جو بھی اللہ کی اور اس رسول کی اطاعت کرے تو یہی وہ لوگ ہیں جو اُن لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا ہے (یعنی) نبیوں میں سے، صدیقوں میں سے، شہیدوں میں سے اور صالحین میں سے اور یہ بہت ہی اچھے ساتھی ہیں اس بیان کے بعد ذٰلِکَ الۡفَضۡلُ مِنَ اللّٰہِ ؕ وَکَفٰی بِاللّٰہِ عَلِیۡمًا (النساء:71) مگر حصول نبوت کی بنیادی شرط اللہ تعالیٰ کا فضل ہی ہے۔ اس آیت کریمہ میں رسول کریم ﷺ کی پیروی کی برکت سے جن چار مراتب کا ذکر ہے اسی کی تاثیر سے حضرت ابوبکرؓ نے صدیق کا مقام پایا تو حضرت عمرؓ، عثمانؓ اور علیؓ نے شہید کا مرتبہ حاصل کیا ضرور تھا کہ آپ ﷺ کی پیروی کی برکت سے امتی نبی بھی پیدا ہوتا۔ یہ معجزہ رسول ﷺ کی قوت قدسیہ کی برکت سے چودہ سو سال بعد ظہور میں آیا جب حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؑ نے آپ ﷺ کی کامل اتباع کی برکت اور خدا کے فضل سے یہ مقام پایا۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں ’’میں نے محض خدا کے فضل سے نہ اپنے کسی ہنر سے اس نعمت سے کامل حصہ پایا ہے جو مجھ سے پہلے نبیوں اور رسولوں اور خدا کے برگزیدوں کو دی گئی تھی۔ اور میرے لئے اس نعمت کا پانا ممکن نہ تھا اگر اپنے سید و مولیٰ فخرالانبیاء اور خیرالوریٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے راہوں کی پیروی نہ کرتا۔ سو میں نے جو کچھ پایا اس پیروی سے پایا‘‘ (حقیقۃ الوحی صفحہ 127) یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ رسول اللہ ﷺ کی کامل پیروی کیلئے قلب سلیم کا عطا ہونا محض خدا کا فضل ہی ہوتا ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے ایک شعر میں یہی مضمون بیان فرمایا ہے۔

یہ سراسر فضل واحساں ہے کہ میں آیا پسند
ورنہ درگہ میں تری کچھ کم نہ تھے خدمت گزار

قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ ﴿۷۴﴾ یَّخۡتَصُّ بِرَحۡمَتِہٖ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ ذُو الۡفَضۡلِ الۡعَظِیۡمِ ﴿۷۵﴾ (آل عمران:74-75) یعنی یقیناً فضل اللہ کے ہاتھ میں ہے وہ اسے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ بہت وسعت بخشنے والا (اور) دائمی علم رکھنے والا ہے وہ اپنی رحمت کے لئے جس کو چاہے خاص کر لیتا ہے اور اللہ بہت بڑے فضل والا ہے۔ یہاں من یشاء کے دونوں معنی قابل غور ہیں۔ اگر من سے مراد وہ شخص ہو جو یشاء کا فاعل ہے تو مفہوم یہ ہوگا کہ فضل اور رحمت کی طلب بھی سعی وعمل کے ذریعہ ضروری ہے اور اگر یشاء کا فاعل اللہ تعالیٰ کی ذات اور مَن اس کا مفعول ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ اللہ کی ذات غنی ہے ضروری نہیں کہ اس کی عطا طلب کے نتیجہ میں ہو بلکہ وہ بدوں فضل الٰہی کے ممکن نہیں۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں

پر مجھے تو نے ہی اپنے ہاتھ سے ظاہر کیا
میں نے کب مانگا تھا یہ تیرا ہی ہے سب برگ وبار

یہی حال انعام خلافت کا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل خاص سے جسے چاہے عطا فرماتا ہے۔ فضل الٰہی انسان کے عمل سے زیادہ اس کے قلب سلیم یعنی دل کی نیت اور خلوص کی بنا پر عطا ہوتا ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ اسلام کے خلیفہ اول کے بارہ میں فرمایا:

اِنَّ اَبَا بَکۡرٍ لَمۡ یَفۡضُلۡکُمۡ بِکَثۡرَۃِ صَلَاۃٍ وَلَا صِیَامٍ، وَلٰکِنۡ بِشَیۡءٍ وَقَرَ فِیۡ قَلۡبِہٖ (بحر الفوائد المشہور بمعانی الاخبار، جزء اول صفحہ 279) یعنی ابوبکرؓ کی فضیلت تم پر زیادہ نماز روزہ کی وجہ سے نہیں بلکہ ایک ایسی چیز ہے جو ان کے دل میں گڑ چکی ہے (یعنی محبت رسول ﷺ)۔ قرآن شریف میں بھی اللہ تعالیٰ یہ مضمون بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے وَلَوۡلَا فَضۡلُ اللّٰہِ عَلَیۡکُمۡ وَرَحۡمَتُہٗ مَا زَکٰی مِنۡکُمۡ مِّنۡ اَحَدٍ اَبَدًا ۙ وَّلٰکِنَّ اللّٰہَ یُزَکِّیۡ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ سَمِیۡعٌ عَلِیۡمٌ (النور:22) ترجمہ: اور اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتے تو تم میں سے کوئی ایک بھی کبھی پاک نہ ہوسکتا۔ لیکن اللہ جسے چاہتا ہے پاک کر دیتا ہے۔ اور اللہ بہت سننے والا (اور) دائمی علم رکھنے والا ہے۔

پھر خلفاء میں سے بھی جسے اللہ تعالیٰ چاہے اپنے فضل خاص سے اور تقدیر کے مطابق اس کے دور میں زیادہ ترقیات عطا فرماتا ہے جیسے رسول کریمؐ نے رؤیا میں دیکھا کہ آپ ﷺ نے ایک کنویں سے ڈول کے ذریعے پانی کھینچا پھر ابوبکرؓ آئے اور انہوں نے کوئی دو ڈول کمزوری سے کھینچے پھر جب حضرت عمرؓ آئے تو ڈول بڑا ہوگیا اور انہوں نے ایک بہادر جوانمرد کی طرح سے بڑی قوت سے پانی کھینچ کر ایک دنیا کو سیراب کیا (بخاری باب مناقب عمر بن الخطاب حدیث نمبر 3682) چنانچہ حضرت ابوبکرؓ کے بعد حضرت عمرؓ خلیفہ ہوئے تو آنحضرت ﷺ کی رؤیا کے مطابق آپؓ کے دور میں قیصر وکسریٰ پر عظیم الشان فتوحات نصیب ہوئیں۔ حضرت علیؓ نے ان فتوحات کو خلافت کی برکت قرار دیتے ہوئے کیا خوب فرمایا ’’اس دین کو فتح نہ کثرت لشکر سے ہوئی اور نہ قلت لشکر سے شکست ہوئی بلکہ یہ اللہ کا دین ہے جسے اس نے خود غالب کیا اور یہ خود اسی کا لشکر ہے جسے اس نے عزت و قوت دی اور یہ دین وہاں پہنچا جہاں اسے پہنچنا

تھا۔ خدا کا یہ وعدہ تھا کہ وہ (خلافت کے ذریعہ دین کو) غلبہ دے گا۔ پھر آپؓ نے آیت استخلاف پڑھی۔ (نہج البلاغۃ مطبوعہ مصر قسم سوم صفحہ 383)

حضرت علیؓ نے یہ راز خوب سمجھا کہ یہ برکات دراصل تو آنحضرت ﷺ کی ذات بابرکات کی ہیں جو ان کے جانشین حضرت عمرؓ کے زمانے میں خدا تعالیٰ نے مقدر فرمادیں۔ گویا یہ سب اللہ کے فضل اور رحمت کا نتیجہ تھا۔

ظاہری فتوحات کے علاوہ باطنی فتوحات بھی اللہ کے فضل کے نتیجہ میں عطا ہوتا ہے۔ اس زمانہ میں حضرت بانی جماعت احمدیہ کو اللہ تعالیٰ نے یہ روحانی علوم اور قرآن کی حقیقی تفسیر کا ملکہ عطا فرمایا اور یہ روحانی خزانے آپؑ نے اپنی کتابوں میں لٹائے۔ پھر پیشگوئی مصلح موعود بھی اس زمانہ میں خدا کے فضل کے نتیجہ میں علوم ظاہری و باطنی عطا ہونے پر شاہد ہے جس کے مطابق حضرت مسیح موعودؑ کو ایک ایسے مبشر عمر پانے والے فرزند کی خبر دی گئی جو علوم ظاہری و باطنی سے پر ہوگا اور کلام اللہ کا مرتبہ اس کے ذریعے سے ظاہر ہوگا حالانکہ بظاہر آپؑ کے بیٹے حضرت مرزا بشیر الدین رضی اللہ عنہ کی صحت اس قابل نہ تھی اور آپ کئی بیماریوں کے شکار تھے مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے فضل خاص سے قرآن کا علم دیا۔ چنانچہ حضورؓ خود فرماتے ہیں ”پھر میں وہ شخص تھا جسے علوم ظاہری میں سے کوئی علم حاصل نہیں تھا۔ مگر خدا نے اپنے فضل سے فرشتوں کو میری تعلیم کیلئے بھجوایا اور مجھے قرآن کے ان مطالب سے آگاہ فرمایا جو کسی انسان کے واہمہ اور گمان میں بھی نہیں آسکتے۔۔۔ میں ساری دنیا کو چیلنج کرتا ہوں کہ اگر اس دنیا کے پردہ پر کوئی شخص ایسا ہے کہ جو یہ دعویٰ کرتا ہو کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اسے قرآن سکھایا گیا ہے تو میں ہر وقت اس سے مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہوں لیکن میں جانتا ہوں آج دنیا کے پردہ پہ سوائے میرے اور کوئی شخص نہیں جسے خدا کی طرف سے قرآن کریم کا علم عطا فرمایا گیا ہو“

(الموعود، انوار العلوم جلد نمبر 17 صفحہ 646)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی زندگی سے فضل کا ایک خاص تعلق نظر آتا ہے جیسا کہ پیشگوئی میں تھا کہ اسکے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئیگا۔ حضورؓ کی عام زندگی میں بھی فضل و رحم کے عطا ہونے کی پیشگی خبر آپؓ کو دی گئی تھی۔

آپؓ فرماتے ہیں میں نے رؤیا دیکھا کہ میں ایک پہاڑی سے دوسری پہاڑی پر جانا چاہتا ہوں ایک فرشتہ آیا اور مجھ سے کہنے لگا کہ تمہیں پتہ ہے یہ رستہ بڑا خطرناک ہے اس میں بڑے مصائب اور ڈراؤنے نظارے ہیں ایسا نہ ہو تم ان سے متاثر ہوجاؤ اور منزل پر پہنچنے سے رہ جاؤ اور پھر کہا کہ میں تمہیں ایسا طریقہ بتاؤں جس سے تم محفوظ رہو میں نے کہا ہاں بتاؤ اس پر اس نے کہا کہ بہت سے بیان نظارے ہوں گے مگر تم ادھر ادھر نہ دیکھنا اور نہ ان کی طرف متوجہ ہونا بلکہ ”خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ، خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ“ کہتے ہوئے سیدھے چلے جانا۔۔۔ چنانچہ میں جب چلا تو میں نے دیکھا کہ نہایت اندھیرا اور گھنا جنگل ہے اور ڈر اور خوف کے بہت سے سامان جمع تھے اور جنگل بالکل سنسان تھا جب میں ایک خاص مقام پر پہنچا جو بہت ہی بھیانک تھا تو بعض لوگ آئے اور مجھے تنگ کرنا شروع کیا تب مجھے معاً خیال آیا کہ فرشتے نے مجھے کہا تھا کہ ”خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ“ کہتے چلے جانا اس پر میں نے بلند آواز سے یہ فقرہ کہنا شروع کیا اور وہ لوگ چلے گئے اس کے بعد پھر پہلے سے بھی خطرناک راستہ آیا اور پہلے سے بھی زیادہ بھیانک شکلیں نظر آنے لگیں حتیٰ کہ بعض سر کٹے ہوئے جن کے ساتھ دھڑ نہ تھے ہوا میں معلق میرے سامنے آئے اور طرح طرح کی شکلیں بناتے اور منہ چڑاتے اور چھیڑتے۔ مجھے غصہ آتا لیکن معاً فرشتہ کی نصیحت یاد آجاتی اور میں پہلے سے بلند آواز سے ”خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ“ کہنے لگتا اور پھر وہ نظارہ بدل جاتا یہاں تک کہ سب بلائیں دور ہوگئیں اور میں منزل مقصود پر خیریت سے پہنچ

(الفضل 4 جولائی 1916ء صفحہ 11)

”خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ“ کے الفاظ میں دراصل اللہ تعالیٰ کی معیت کا ہی ذکر ہے چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے غار ثور میں اللہ تعالیٰ سے علم پا کر حضرت ابوبکرؓ کو یہ تسلی دی کہ فکر نہ کریں ”اللہ کی معیت ہمیں حاصل ہے“ (التوبۃ: 40)

تاریخ انبیاء کے مطابق ہمیشہ ہی دشمنوں کے مقابل خدا کے نبیوں کو یہ معیت حاصل رہی۔ فرعون نے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تعاقب کیا اور ساتھی گھبرائے تو انہوں نے بھی ساتھیوں کو تسلی دیتے ہوئے کہا کہ ”میرا رب میرے ساتھ ہے جو میری رہنمائی فرمائے گا“ (الشعراء: 63) اس زمانہ کے مامور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی الہام ہوا ”انی معک یا مسرور“ اے مسرور میں تیرے ساتھ ہوں۔ یہ الہام دیگر خلفاء سلسلہ کی طرح ہمارے اس زمانہ میں حضرت مسیح موعودؑ کے اسم بامسمیٰ جانشین حضرت مرزا مسرور احمد کے حق میں بھی خوب پورا ہو رہا ہے۔ گزشتہ دو دہائیوں سے ہم خدا تعالیٰ کی غیر معمولی معیت اس کے بے شمار فضلوں اور رحمتوں کے ساتھ آپ کی شامل حال دیکھ رہے ہیں۔

دراصل اللہ کے فضل خاص کا مورد عوام الناس میں سے وہ خاص لوگ بھی ہوتے ہیں جو ایمان لانے کے بعد تقویٰ اختیار کرتے ہیں جس پر اللہ تعالیٰ انہیں دوسروں کے مقابلے میں اپنے فضل خاص سے نوازتے ہوئے نورانی تجلیات اور مغفرت عطا فرماتا ہے اور یہ سب کرامات خاص فضل کے نتیجے میں حاصل ہوتی ہیں جیسا کہ فرمایا یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِنۡ تَتَّقُوا اللّٰہَ یَجۡعَلۡ لَّکُمۡ فُرۡقَانًا وَّیُکَفِّرۡ عَنۡکُمۡ سَیِّاٰتِکُمۡ وَیَغۡفِرۡ لَکُمۡ ؕ وَاللّٰہُ ذُو الۡفَضۡلِ الۡعَظِیۡمِ (الانفال: 30) یعنی اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اگر تم اللہ سے ڈرو تو وہ تمہارے لئے ایک امتیازی نشان بنا دے گا اور تم سے تمہاری برائیاں دور کر دے گا اور تمہیں بخش دے گا اور اللہ فضل عظیم کا مالک ہے۔

اس نور باطنی کا اظہار بعض دفعہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس دنیا میں بھی ہوجاتا ہے۔ احادیث میں صحابہ کے ایسے حیرت انگیز واقعات موجود ہیں جو خاص فضل الٰہی کا نشان تھے۔ حضرت عمرو بن طفیل رضی اللہ عنہ اسلام قبول کرکے واپس اپنی قوم میں جانے لگے تو نبی پاکؐ نے آپ کے لئے دعا کی ”اے اللہ! اسے کوئی نشان عطا کر“ حضرت عمرو بن طفیل کہتے ہیں کہ جب میں اس گھاٹی پر پہنچا جہاں سے ہمارے شہر کی آبادی کا آغاز ہوتا ہے تو میری آنکھوں کے درمیان پیشانی پر ایک چراغ جیسی روشنی محسوس ہونے لگی۔ پھر آپ کی دعا سے روشنی کا یہ نشان چابک کے سرے پر ظاہر ہوگیا۔ اور لوگ میری اس روشنی کو چابک پر ایک لٹکتے چراغ کی طرح دیکھ رہے تھے“ (الاصابہ فی تمیز الصحابہ لابن حجر جلد 3 صفحہ 266)

اسی طرح مدینہ منورہ کا واقعہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دو اصحاب حضرت عباد بن بشرؓ اور حضرت اسید بن حضیرؓ نے خدا کے اس فضل سے حصہ پایا۔ وہ ایک تاریک رات میں آپ ﷺ کے پاس سے اپنے گھروں کو لوٹے۔ اچانک دونوں اصحاب کے پاس روشن چراغ جیسی کوئی چیز ان کے آگے آگے روشنی کرنے لگی پھر جب وہ دونوں اصحاب ایک دوسرے سے جدا ہوئے تو ہر ایک کے ساتھ ایک ایک چراغ رہ گیا جو ان کے گھر تک ساتھ رہا۔ (صحیح بخاری باب ادخال البعیر فی المسجد)

پس قلب سلیم کا عطا ہونا، تقویٰ کا حصول اور دیگر اخلاق فاضلہ کی توفیق بھی اللہ تعالیٰ کے خاص فضل سے نصیب ہوتی ہے۔

قرآن کریم سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل کے مورد اسکے معصوم وفاشعار صابر و شاکر بندے بھی ہوتے ہیں جیسے ام المؤمنین حضرت عائشہؓ ہوئیں۔ چنانچہ واقعہ افک میں منافقین کی طرف سے حضرت عائشہؓ پر الزام لگایا گیا تو انہوں نے کمال معصومیت سے صبر کا اعلیٰ نمونہ دکھایا۔ چنانچہ واقعہ افک میں حضرت عائشہؓ کی براءت بیان کرکے فرمایا وَلَوۡلَا فَضۡلُ اللّٰہِ عَلَیۡکُمۡ وَرَحۡمَتُہٗ وَاَنَّ اللّٰہَ رَءُوۡفٌ رَّحِیۡمٌ (النور: 21) تم پر اللہ کا فضل اور رحمت نہ ہوتی اور یہ نہ ہوتا کہ اللہ بہت نرمی کا سلوک اور بار بار رحم کرنے والا ہے تو تم اس احسان کے مورد نہ بنتے۔ گویا عفت، صبر، توکل علی اللہ، الزام سے براءت اور عزت یہ سب خدا کے فضل اور رحم کا نتیجہ تھا۔

انسانی زندگی کا بنیادی مقصد اللہ کی رضا، عبادت اور اس کی جنت کا حصول بھی سعی عمل کے علاوہ اس کے خاص فضل کا مرہون منت ہے۔ جنت کے بارہ میں فرمایا لَا یَذُوۡقُوۡنَ فِیۡہَا الۡمَوۡتَ اِلَّا الۡمَوۡتَۃَ الۡاُوۡلٰی ۚ وَوَقٰہُمۡ عَذَابَ الۡجَحِیۡمِ ﴿۵۷﴾ فَضۡلًا مِّنۡ رَّبِّکَ ؕ ذٰلِکَ ہُوَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِیۡمُ ﴿۵۸﴾ (الدخان: 57-58) ترجمہ: ”وہ اس (جنت) میں پہلی موت کے علاوہ کسی اور موت کا مزا نہیں چکھیں گے اور وہ انہیں جہنّم کے عذاب سے بچائے گا۔ یہ تیرے ربّ کی طرف سے فضل کے طور پر ہوگا یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔“ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے جنت کے لئے انتہائی کوشش کرنے کا بھی حکم دیا ہے مگر ساتھ ہی بتایا کہ یہ خدا کی مغفرت اور فضل سے ملتی ہے سَابِقُوا إِلَى مَغْفِرَةٍ مِنْ رَبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ أُعِدَّتْ لِلَّذِينَ آمَنُوا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهِ ذَلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ (الحدید: 22) ترجمہ: ”اپنے ربّ کی مغفرت کی طرف ایک دوسرے سے آگے بڑھو اور اس جنت کی طرف بھی جس کی وسعت آسمان اور زمین کی وسعت کی طرح ہے جو اُن لوگوں کے لئے تیار کی گئی ہے جو اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاتے ہیں یہ اللہ کا فضل ہے وہ اِس کو جسے چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ عظیم فضل والا ہے“

فضل و رحم کا تعلق صفات الٰہیہ رحمان، رحیم اور مالک یوم الدین سے بیان کرتے ہوئے حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

”قرآن شریف کی اصطلاح کی رو سے خدا تعالیٰ کا نام رحمان اس وجہ سے ہے کہ اس نے ہر ایک جاندار کو جن میں انسان بھی داخل ہے اس کے مناسب حال صورت اور سیرت بخشی یعنی جس طرز کی زندگی اس

کے لئے ارادہ کی گئی اس زندگی کے مناسب حال جن قوتوں اور طاقتوں کی ضرورت تھی یا جس قسم کی بناوٹ جسم اور اعضاء کی حاجت تھی وہ سب اس کو عطا کئے اور پھر اس کی بقا کے لئے جن جن چیزوں کی ضرورت تھی وہ اس کے لئے مہیا کیں۔ پرندوں کے لئے پرندوں کے مناسب حال اور چرندوں کے لئے چرندوں کے مناسب حال اور انسان کے لئے انسان کے مناسب حال طاقتیں عنایت کیں اور صرف یہی نہیں بلکہ ان چیزوں کے وجود سے ہزارہا برس پہلے بوجہ اپنی صفت رحمانیت کے اجرام سماوی وارضی کو پیدا کیا تا وہ ان چیزوں کے وجود کی محافظ ہوں پس اس تحقیق سے ثابت ہوا کہ خدا تعالیٰ کی رحمانیت میں کسی کے عمل کا دخل نہیں بلکہ وہ رحمتِ محض ہے جس کی بنیاد ان چیزوں کے وجود سے پہلے ڈالی گئی۔ ہاں انسان کو خدا تعالیٰ کی رحمانیت سے سب سے زیادہ حصہ ہے کیونکہ ہر ایک اس کی کامیابی کے لئے قربان ہو رہی ہے اس لئے انسان کو یاد دلایا گیا کہ تمہارا خدا رحمان ہے۔

تیسری خوبی خدا تعالیٰ کی جو تیسرے درجہ کا احسان ہے رحیمیت ہے جس کو سورۃ فاتحہ میں الرحیم کے فقرہ میں بیان کیا گیا ہے اور قرآن شریف کی اصطلاح کی رو سے خدا تعالیٰ رحیم اس حالت میں کہلاتا ہے جبکہ لوگوں کی دعا اور تضرع اور اعمال صالحہ کو قبول فرما کر آفات اور بلاؤں اور تضییع اعمال سے ان کو محفوظ رکھتا ہے یہ احسان دوسرے لفظوں میں فیض خاص سے موسوم ہے اور صرف انسان کی نوع سے مخصوص ہے دوسری چیزوں کو خدا نے دعا اور تضرع اور اعمال صالحہ کا ملکہ نہیں دیا مگر انسان کو دیا ہے انسان حیوان ناطق ہے اور اپنی نطق کے ساتھ بھی خدا تعالیٰ کا فیض پا سکتا ہے دوسری چیزوں کو نطق عطا نہیں ہوا پس اس جگہ سے ظاہر ہے کہ انسان کا دعا کرنا اس کی انسانیت کا ایک خاصہ ہے جو اس کی فطرت میں رکھا گیا ہے اور جس طرح خدا تعالیٰ کی صفت ربوبیت اور رحمانیت سے فیض حاصل ہوتا ہے اسی طرح صفت رحیمیت سے بھی ایک فیض حاصل ہوتا ہے صرف فرق یہ ہے کہ ربوبیت اور رحمانیت کی صفتیں دعا کو نہیں چاہتی کیونکہ وہ دونوں صفات انسان سے خصوصیت نہیں رکھتیں اور تمام پرند چرند کو اپنے فیض سے مستفیض کر رہی ہیں بلکہ صفت ربوبیت تو تمام حیوانات اور نباتات اور جمادات اور اجرام ارضی اور سماوی کو فیض رساں ہیں اور کوئی چیز اس کے فیض سے باہر نہیں برخلاف صفت رحیمیت کے کہ وہ انسان کے لئے ایک خلعت خاصہ ہے اور اگر انسان ہو کر اس صفت سے فائدہ نہ اٹھائے تو گویا ایسا انسان حیوانات بلکہ جمادات کے برابر ہے جب کہ خدا تعالیٰ نے فیض رسانی کی چار صفت اپنی ذات میں رکھی ہیں اور رحیمیت کو جو انسان کی دعا کو چاہتی ہے خاص انسان کے لیے مقرر فرمایا ہے پس اس سے ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ میں ایک قسم کا وہ فیض ہے جو دعا کرنے سے وابستہ ہے اور بغیر دعا کے کسی طرح مل نہیں سکتا۔۔۔۔حقیقت یہ ہے کہ دعا پر ضرور فیض نازل ہوتا ہے جو ہمیں نجات بخشتا ہے اسی کا نام فیض رحیمیت ہے جس سے انسان ترقی کرتا جاتا ہے اسی فیض سے انسان ولایت کے مقام تک پہنچتا ہے اور خدا تعالیٰ پر ایسا یقین دلاتا ہے کہ گویا آنکھوں سے دیکھ لیتا ہے مسئلہ شفاعت بھی صفت رحیمیت کی بناء پر ہے خدا تعالیٰ کی رحیمیت نے ہی تقاضا کیا کہ اچھے آدمی برے آدمیوں کی شفاعت کریں۔

چوتھا احسان خدا تعالیٰ کا جو قسمیں چہارم کی خوبی ہے جس کو فیضان اخص سے موسوم کر سکتے ہیں مالکیت یوم الدین ہے جس کو سورۃ فاتحہ میں فقرہ مالک یوم الدین میں بیان فرمایا گیا ہے اور اس میں اور صفت رحیمیت میں یہ فرق ہے کہ رحیمیت میں دعا اور عبادت کے ذریعے سے کامیابی کا استحقاق قائم ہوتا ہے اور صفت مالکیت یوم الدین کے ذریعے سے وہ ثمرہ عطا کیا جاتا ہے اس کی ایسی ہی مثال ہے کہ جیسے ایک انسان گورنمنٹ کا ایک قانون یاد کرنے میں محنت اور جدوجہد کرکے امتحان دے اور پھر اس میں پاس ہو جائے۔ پس رحیمیت کے اثر سے کسی کامیابی کے لئے استحقاق پیدا ہو جانا پاس ہو جانے سے مشابہ ہے اور پھر وہ چیز یا وہ مرتبہ میسر آجانا جس کے لیے پاس ہوا تھا اس حالت سے مشابہ انسان کے فیض پانے کی وہ حالت ہے جو پرتوہ صفت مالکیت یوم الدین سے حاصل ہوتی ہے ان دونوں صفتوں رحیمیت اور مالکیت یوم الدین میں یہ اشارہ ہے کہ فیض رحیمیت خدا تعالیٰ کے رحم سے حاصل ہوتا ہے اور فیض مالکیت یوم الدین خدا تعالیٰ کے فضل سے حاصل ہوتا ہے اور مالکیت یوم الدین اگرچہ وسیع اور کامل طور پر عالم معاد میں متجلی ہوگی مگر اس عالم میں بھی اس عالم کے دائرہ کے موافق یہ چاروں صفاتی تجلی کر رہی ہیں۔ ربوبیت عام طور پر ایک فیض کی بنا ڈالتی ہے اور رحمانیت اس فیض کو جانداروں میں کھلے طور پر دکھلاتی ہے اور رحیمیت ظاہر کرتی ہے کہ خط میں ممتد فیض کا انسان پر جاکر ختم ہو جاتا ہے اور انسان وہ جانور ہے جو فیض کو نہ صرف حال سے بلکہ منہ سے مانگتا ہے اور مالکیت یوم الدین فیض کا آخری ثمرہ بخشتی ہے

(ایام الصلح، روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 243 تا 251)

الحمد للہ کے ہم نے اپنی زندگیوں میں رمضان کا ایک اور بابرکت مہینہ پایا ہے جو خدا کے فضل و رحمت کے حصول کے لیے بہت عمدہ مہینہ ہے جیسا کہ حدیث نبویؐ میں ہے کہ رمضان میں رحمت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں (صحیح مسلم کتاب الصوم) پھر یہ مغفرت و بخشش کا مہینہ بھی ہے کہ جسے عطا ہو جائے اس کے لئے بھی فضل کے دروازے کھولے گئے۔ چنانچہ رسول کریم نے ایسے شخص کو خوش نصیب قرار دیا اور فرمایا کہ بڑا بد نصیب ہے وہ شخص جس نے رمضان پایا اور بخشا نہ گیا (سنن ترمذی کتاب الدعوات) اسی طرح رمضان کی برکات کے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس کا پہلا عشرہ رحمت دوسرا مغفرت اور تیسرا آگ سے نجات ہے (صحیح ابن خزیمہ باب فضائل شہر رمضان) اور نجات بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت اور فضل کے بغیر ممکن نہیں رسول کریم ﷺ نے ایک موقع پہ اپنے اصحاب سے فرمایا ایک دوسرے کے قریب ہو جاؤ اور سیدھے ہو جاؤ اور جان لو کہ تم میں کوئی بھی ہرگز اپنے عمل سے نجات نہیں پائے گا عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ بھی اپنے بہترین اعمال کے ذریعہ سے نجات نہیں پائیں گے آپ ﷺ نے فرمایا مجھے بھی محض عملوں سے نجات نہیں ملے گی اِلَّا اَنْ یَّتَغَمَّدَنِیَ اللّٰہُ بِرَحْمَۃٍ مِّنْہُ وَفَضْلٍ سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ اپنی خاص رحمت اور فضل کی چادر میں ڈھانپ لے

(صحیح مسلم کتاب صفۃ القیامۃ والجنۃ والنار باب لن یدخل الجنۃ بعملہ بل برحمۃ وفضل)

پس رمضان میں خاص طور پر اللہ تعالیٰ سے اس کے فضل و رحم کے طلبگار اور امیدوار ہونا چاہئے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے اپنی ہجرت سے پہلے 1983ء کے رمضان میں جماعت کو ایک فیصلہ کن رمضان بنانے کی ایسی مؤثر تلقین فرمائی تھی جو آج بھی قلب و روح کو گرما رہی اور ایک نئی تازگی عطا کرتی ہے اس میں بھی آپ نے دعاؤں کے ذریعہ خدا کے فضل اور رحمت کے دروازے کھلنے کی امید کی ہے۔ ہمارے موجودہ امام بھی بارہا فرما چکے ہیں کہ ’’مجھے یاد ہے خلافت رابعہ میں جب میں ربوہ میں تھا تو خلیفہ رابعؒ نے مجھے ناظر اعلیٰ مقرر کر دیا تھا پاکستان کے حالات کے متعلق اس وقت دعا کی، حالانکہ اس وقت حالات آجکل کے حالات کے عشر عشیر بھی نہیں تھے، کوئی نسبت بھی نہیں تھی تو خواب میں مجھے یہ آواز آئی کہ اگر سو فیصد پاکستانی احمدی خالص ہو کر اللہ تعالیٰ کے آگے جھک جائیں تو ان حالات کا خاتمہ چند راتوں کی دعاؤں سے ہو سکتا ہے‘‘

(خطبہ جمعہ 7/اکتوبر 2011ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے فرمایا تھا:

’’اے احمدی! اس رمضان کو فیصلہ کن رمضان بنا دو۔ اس الٰہی جہاد کے لئے تیار ہو جاؤ مگر تمہارے لیے کوئی دنیا کا ہتھیار نہیں ہے دنیا کے تیروں کا مقابلہ تم نے دعاؤں کے تیروں سے کرنا ہے یہ لڑائی فیصلہ کن ہوگی لیکن گلیوں اور بازاروں میں نہیں صحنوں اور میدانوں میں نہیں بلکہ مسجدوں میں اس کا فیصلہ ہونے والا ہے راتوں کو اٹھ اٹھ کر اپنی عبادت کے میدانوں کو گرم کرو اور اس زور سے اپنے خدا کے حضور آہ و بکا کرو کہ آسمان پر عرش کے کنگرے بھی ہلنے لگیں۔ متی نصر اللہ کا شور بلند کردو۔ خدا کے حضور گریہ وزاری کرتے ہوئے اپنے سینے کے زخم پیش کرو، اپنے چاک گریبان اپنے رب کو دکھاؤ اور کہو کہ اے خدا!

قوم کے ظلم سے تنگ آکے میرے پیارے آج
شور محشر ترے کوچہ میں مچایا ہم نے

پس اس زور کا شور مچاؤ اور اس قوت کے ساتھ متی نصر اللہ کی آواز بلند کرو کہ آسمان سے فضل اور رحمت کے دروازے کھلنے لگیں اور ہر دروازے سے یہ آواز آئے اَلَا اِنَّ نَصۡرَ اللّٰہِ قَرِیۡبٌ، اَلَا اِنَّ نَصۡرَ اللّٰہِ قَرِیۡبٌ، اَلَا اِنَّ نَصۡرَ اللّٰہِ قَرِیۡبٌ سنو سنو! کہ اللہ کی مدد قریب ہے اے سننے والو سنو! کہ خدا کی مدد قریب ہے مجھے پکارنے والو سنو! کہ خدا کی مدد قریب ہے اور وہ پہنچنے والی ہے۔

(خطبات طاہر جلد 2 صفحہ 349 خطبہ جمعہ 24 جون 1983ء)

ہمارے پیارے امام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

’’پس آئیں اور آج اپنی دعاؤں سے اللہ تعالیٰ کے عرش کے پائے ہلانے کی کوشش کریں۔ ہم میں سے ہر ایک خالص ہو کر اللہ تعالیٰ کے آگے جھک جائے تا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت جو یقیناً ہمارے لئے جوش میں ہے پہلے سے بڑھ کر جوش میں آئے اور ہمیں ان ظالموں سے نجات دلوائے۔ اگر سو فیصد میں انقلاب پیدا نہیں ہوتا تو ہمارے میں سے اکثریت میں اگر یہ انقلاب پیدا ہو جائے تو ان شاء اللہ ہم پہلے سے بڑھ کر فتوحات کے نظارے دیکھیں گے۔

(خطبہ جمعہ 7/اکتوبر 2011ء)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اس بابرکت مہینہ میں بھی اور اس کے بعد بھی اپنے فضل و رحم سے وافر حصہ عطا فرمائے۔ آمین

مولانا عطاء المجیب راشد۔ امام مسجد فضل لندن

علم و عمل

قسط اول

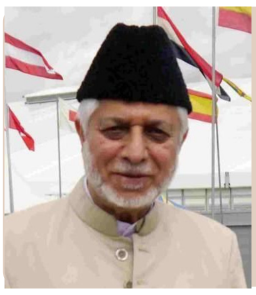

مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ رِجَالٌ صَدَقُوۡا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَیۡهِ ۚ فَمِنۡهُمۡ مَّنۡ قَضٰی نَحۡبَهٗ وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ یَّنۡتَظِرُ ۫ۖ وَمَا بَدَّلُوۡا تَبۡدِیۡلًا

(الاحزاب:24)

علم و عمل کا موضوع بظاہر بہت ہی سادہ، مختصر، آسان اور محض دو الفاظ پر مشتمل دکھاتی دیتا ہے لیکن بنظر غور دیکھا جائے تو یہ اپنے اندر معانی اور مفاہیم کی گہرائی اور مضامین کی غیر معمولی وسعت اور جامعیت رکھتا ہے۔

علم و عمل دراصل دو ایسے دائرے ہیں جنھوں نے ہماری ساری زندگی کا احاطہ کیا ہوا ہے۔ ابتدا سے لے کر انتہا تک ہماری جدوجہد، خواہ وہ دین سے تعلق رکھتی ہو یا دنیا سے۔ انہی دو دائروں پر مشتمل دو محوروں کے گرد گھومتی نظر آتی ہے۔ علم اگر بیج کی طرح ہے تو عمل اس کا پھل ہے۔ علم کے بغیر نہ دین کے تقاضے پورے ہو سکتے ہیں اور نہ دنیا کی ضروریات۔ اور دوسری طرف عمل نہ ہو تو انسان کو نہ دین کے میدان میں کچھ حاصل ہوتا ہے اور نہ دنیا میں۔ علم کے بغیر صحیح عمل کا تصور ممکن نہیں اور اگر عمل نہ ہو تو محض علم ایک بے فائدہ چیز ہے۔ علم کا مقصد ہی یہ ہے کہ علم کی روشنی میں انسان عمل کی شاہراہ پر گامزن ہو اور بالآخر صحیح علم اور مناسب حال عمل صالح کی برکت سے اپنے مقصد کو پا لے۔

اس لحاظ سے علم و عمل باہم لازم و ملزوم ہیں۔ ایک گاڑی کے دو پہیے ہیں جن کے بغیر انسانی زندگی کی گاڑی چل نہیں سکتی۔ ان میں توازن بھی ضروری ہے اور موافقت بھی۔ حق یہ ہے کہ علم و عمل ہماری زندگی کا ماحصل اور نچوڑ ہیں۔ ہماری فلاح اور کامیابی کا محور اور معیار ہیں۔ ہماری بقا اور ترقی کی ضمانت ان دو الفاظ میں مضمر ہے۔ ہماری سرخروئی اور شاد کامی کا راز ان دو الفاظ میں پوشیدہ ہے۔ پورے وثوق سے کہا جا سکتا ہے کہ ایک احمدی کی زندگی کا ماٹو اور نصب العین علم و عمل کے دو مختصر الفاظ میں بیان کیا جا سکتا ہے۔

لغوی لحاظ سے کسی چیز کی حقیقت معلوم کرنے کو علم کہتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے۔

قرآن کے عرف میں علم اس چیز کا نام ہے کہ جو قطعی اور یقینی ہو۔

(براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 295 حاشیہ)

نیز فرمایا۔

’’حقیقی علم وہ ہے جو اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل سے عطا کرتا ہے۔ یہ علم اللہ تعالیٰ کی معرفت کا ذریعہ ہوتا ہے اور خشیت الٰہی پیدا ہوتی ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّمَا یَخۡشَی اللّٰهَ مِنۡ عِبَادِهِ الۡعُلَمٰٓؤُا (الفاطر:29) اگر علم سے اللہ تعالیٰ کی خشیت میں ترقی نہیں ہوتی تو یاد رکھو وہ علم ترقی ئ معرفت کا ذریعہ نہیں ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 11)

قرآن کریم کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ بنی نوع انسان کی تخلیق کے بعد انسان پر اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا احسان اور انعام، علم کا عطا کیا جانا ہے جس کے ذریعہ وہ قوت بیان حاصل کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ ۙ﴿۴﴾ عَلَّمَهُ الۡبَیَانَ ﴿۵﴾ (الرحمٰن:4-5)

کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو تخلیق کیا اور اسے بیان سکھایا۔

نیز فرمایا۔ عَلَّمَ الۡاِنۡسَانَ مَا لَمۡ یَعۡلَمۡ

(العلق:6)

کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو وہ کچھ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔

علم کی نعمت اوّل طور پر خدا کے نبیوں کو عطا کی جاتی ہے تا کہ وہ اپنی قوم کے معلم بن سکیں۔

احادیث نبویہ میں علم حاصل کرنے کی بڑی تاکید آئی ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے۔

طَلَبُ الۡعِلۡمِ فَرِیۡضته عَلٰی کُلِّ مُسۡلِمٍ وَّ مُسۡلِمَةٍ

کہ علم حاصل کرنا ہر مسلم مرد اور عورت پر فرض ہے۔ ایک دوسری حدیث میں یہ تاکید ہے کہ

اُطۡلُبُوا الۡعِلۡمَ مِنَ الۡمَهۡدِ اِلَی اللَّحۡدِ

کہ پنگھوڑے کی عمر سے لے کر قبر میں داخل ہونے تک علم حاصل کرتے چلے جاؤ۔ ایک تیسری حدیث میں یہ ارشاد ملتا ہے۔

اُطۡلُبُوا الۡعِلۡمَ وَلَوۡ بِالصِّیۡنِ

کہ علم حاصل کرنے کی خاطر اگر تمہیں چین تک بھی سفر کرنا پڑے تو ضرور جاؤ۔

حدیث میں بنیادی طور پر علم کی دو قسمیں بیان ہوئی ہیں۔ علم الادیان اور علم الابدان۔ دینی علم کو ہر دوسرے علم پر فضیلت حاصل ہے کیونکہ دینی علم کی برکت سے دنیا بھی سنور جاتی ہے اور آخرت بھی جبکہ دنیاوی علوم کا دائرہ اثر صرف اس دنیا تک ہے۔

قرآن مجید نے اس حقیقت کو کھول کر بیان کیا ہے کہ وہ لوگ جو علم رکھتے ہیں اور وہ جو علم نہیں رکھتے، ہرگز برابر نہیں۔ صاحبِ علم کی فضیلت ایک مسلّم امر ہے۔ علم ایک طاقت ہے اور طاقت سے شجاعت پیدا ہوتی ہے۔ حقیقی علم سے انسان میں خاکساری پیدا ہوتی ہے، جو اُس کے لئے درجات کی بلندی اور آخرت میں سرخروئی کا موجب ہوتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا۔

’’علم و حکمت ایسا خزانہ ہے جو تمام دولتوں سے اشرف ہے، دنیا کی تمام دولتوں کو فنا ہے لیکن علم و حکمت کو فنا نہیں ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد 7 صفحہ 209)

علم کی اہمیت اور فضیلت جاننے کے ساتھ یہ بات بھی پوری طرح واضح ہونی چاہئے کہ ہر علم کو ہمیشہ خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کرنا چاہئے کہ علم حقیقی کا اصل منبع اور مبداء خدائے علّام الغیوب کی ذات ہے۔ وہی علم کا سرچشمہ ہے جو بھی پیتا ہے اسی چشمۂ صافی سے پیتا ہے اور درحقیقت عالم اور صاحب علم وہی ہے جو اپنے علم کو اپنا حاصل کردہ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ یقین کرتا ہے۔ اور اس محکم یقین کے ساتھ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے در پر دستِ سوال دراز کرتے ہوئے ایک دریوزہ گر کی طرح پڑا رہتا ہے۔ انسان کو یہ درسِ نصیحت دینے کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی مثال دی ہے کہ انہوں نے کس عاجزی سے اس بات کا اقرار کیا تھا کہ

لَا عِلۡمَ لَنَاۤ اِلَّا مَا عَلَّمۡتَنَا (البقرہ:33)

کہ ہم بالکل بے علم اور تہی دست ہیں اور کچھ نہیں جانتے سوائے اس بات کے جس کا علم تو ہمیں اپنے فضل سے عطا فرما دے۔

اس حقیقت کو جان لینے کے بعد کہ ہر علم اللہ تعالیٰ سے عطا ہوتا ہے بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ جو اس در سے عطا ہوتا ہے وہی حقیقی علم ہے اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے اور نکلنا چاہئے کہ انسان ہمیشہ اسی در کا سوالی بنا رہے۔ دعائیں قبول کرنے والے اللہ نے مومنوں پر کرم کرتے ہوئے خود اپنی جناب سے انہیں یہ عظیم دعا سکھا دی ہے کہ قُلۡ رَّبِّ زِدۡنِیۡ عِلۡمًا کہ ہمیشہ اپنے رب سے یوں دعا گو رہو کہ خدایا تو مجھے اپنی جناب سے علم عطا فرما۔ اور ہمیشہ مجھے علم کے میدان میں ترقی پر ترقی عطا فرماتا چلا جا۔ اسی مضمون کے تسلسل میں ہادی کامل حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی سکھائی ہوئی ایک دعا بھی ہمیشہ یاد رکھنے والی ہے۔ آپ نے یہ دعا سکھائی۔

اَللّٰهُمَّ انۡفَعۡنِیۡ بِمَا عَلَّمۡتَنِیۡ وعَلِّمۡنِیۡ مَا یَنۡفَعُنِیۡ وَزِدۡنِیۡ عِلۡمًا

کہ اے میرے مولیٰ! جو علم تو نے مجھے عطا فرمایا ہے اس کو میرے لئے فائدہ مند بنا دے اور ہر وہ بات مجھے سکھاتا چلا جا، جو میرے لئے ہمیشہ فائدہ کا موجب ہو اور اے میرے خدا! میں اپنی جھولی پھیلائے تیرے در پر پڑا ہوا ہوں تو میری جھولی کو ہمیشہ بھرتا چلا جا اور مجھے علم میں ہمیشہ ترقی عطا فرماتا رہ۔

حق یہ ہے کہ علم حقیقی وہی ہے جو نفع مند ہو اور خدا کی بارگاہ میں مقبول عمل وہی ہے جو صالح ہو۔ یہ نکتہ معرفت بتاتے ہوئے ہمارے پیارے آقا حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک اور پیاری دعا سکھائی۔

اَللّٰهُمَّ ارۡزُقۡنِیۡ عِلۡمًا نَافِعًا وَّ عَمَلًا صَالِحًا تَرۡضَاه

کہ اے میرے اللہ! مجھے ایسا علم عطا فرما جو میرے لئے فائدہ مند ہو اور ایسے عمل کی توفیق دے جو نیک اور مناسب حال ہو اور اس توازن اور حسن کے نتیجہ میں مجھے اپنی رضا کی دولت سے مالا مال کر دے۔ ایک روایت کے مطابق یَرۡفَعُنِیۡ کے الفاظ بھی آئے ہیں کہ ایسے اعمال کرنے کی توفیق ملے جو میرے درجات کی بلندی کا موجب ہوں۔ یہ دعا قرآن مجید کی اس آیت پر مبنی ہے جس میں آیا ہے کہ وَالۡعَمَلُ الصَّالِحُ یَرۡفَعُهٗ کہ نیک عمل ہی ہے جو انسان کو بلندی کی طرف لے جاتا ہے۔

سیدنا حضرت مسیح پاک علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اضافہ علم کے لئے الہاماً یہ دعا سکھائی رَبِّ اَرِنِیۡ حَقَائِقَ الۡاَشۡیَاء کہ اے میرے رب! مجھے اشیاء کے حقائق دکھلا۔

(تذکرہ صفحہ 724)

یہ دعا عظیم معارف پر مشتمل ہے اور یاد رکھنے کے لائق ہے۔

علم حاصل کرنے کے بعد اس کو عمل کے سانچے میں ڈھالنا از بس لازم ہے۔ کیونکہ یہ عمل ہی ہے جو انسان کے خالص ایمان پر گواہ ہوتا ہے۔ ہماری یہ دنیا دار العمل ہے اور آخرت روز جزاء ہے جس دن ہر انسان اپنے اعمال کے لئے جواب دہ ہو گا۔ قرآن مجید نے محض عمل پر نہیں بلکہ علم اور ایمان کے بعد عمل صالح پر بہت زور دیا ہے۔ عمل صالح سے مراد وہ عمل ہے جس میں طبعی اور فطرتی قویٰ کا استعمال ہو، حقوق العباد کا خیال رکھا گیا ہو۔ جس میں کسی قسم کا کوئی فساد اور فتور نہ ہو۔ نیک اور مناسب حال ہو، ضرورت کے مطابق ہو۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے عمل صالح کی جامع اور سادہ تعریف یہ فرمائی ہے کہ ’’عمل وہ ہے جو محض خدا تعالیٰ

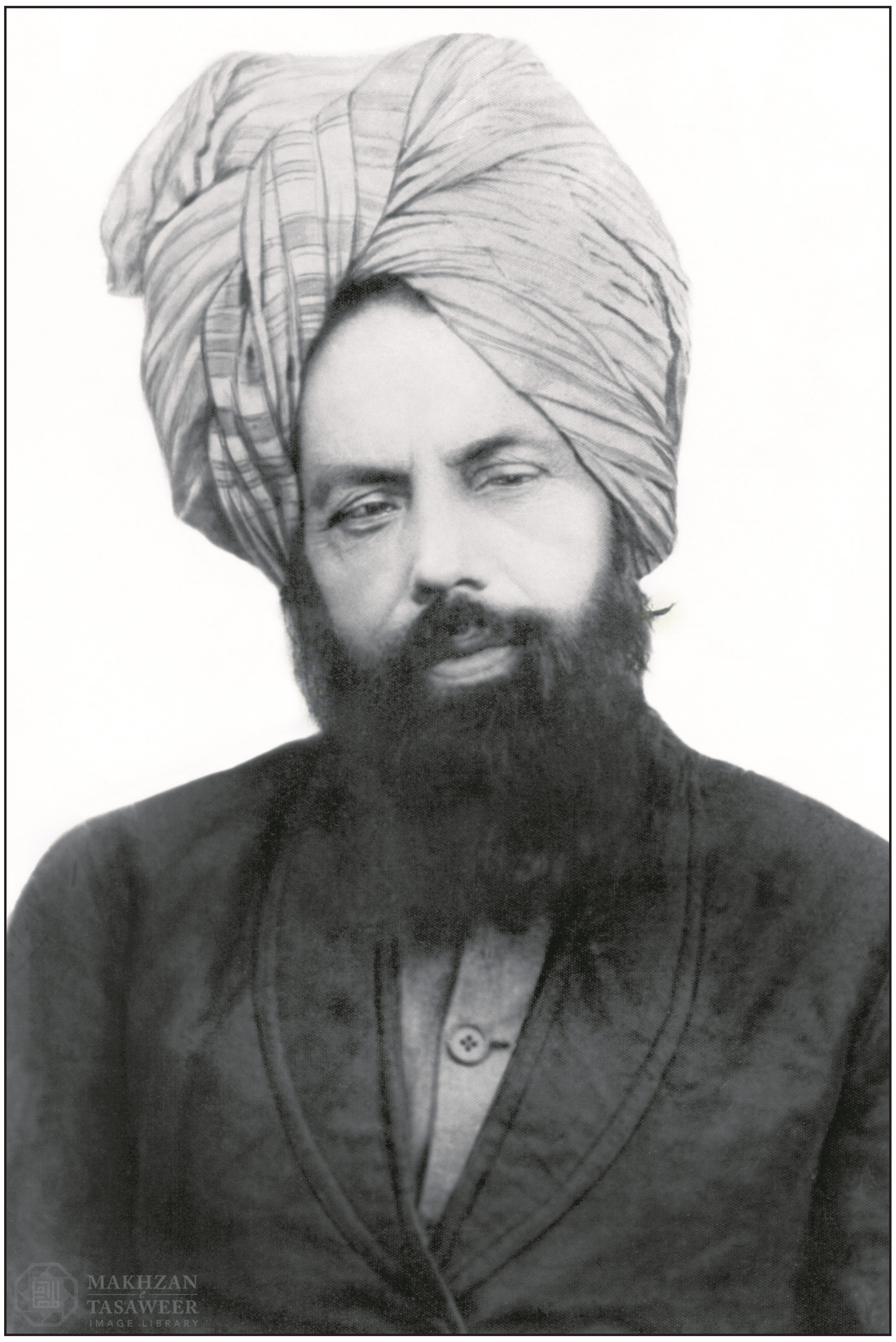

کے واسطے ہو۔‘‘ (ملفوظات جلد نہم صفحہ 96)

علم کے بعد اس پر عمل کرنا اور اسلامی اصطلاح کے مطابق اعمال بجالانا ایک لازمی امر ہے۔ذوقی بات ہے لیکن اس میں ایک لطیف نکتہ پنہاں نظر آتا ہے کہ علم اور عمل، یہ دونوں الفاظ تین مشترک حروف سے بنے ہوئے ہیں۔گویا ان کا خمیر ایک ہی بنیاد سے اُٹھایا گیا ہے۔

عمل کی ضرورت اس بات سے واضح ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو رہینِ محنت بنایا ہے۔ انسان کو صرف علم، ارادہ یا خواہش سے مقصود حاصل نہیں ہوتا بلکہ وہی ملتا ہے جس کے لئے وہ کوشش اور محنت کرتا ہے۔یہ بات ایک انگریزی محاورہ میں خوب بیان کی گئی ہے کہ ’’علم ایک خزانہ ہے اور اس کی چابی عمل ہے۔‘‘ایک شاعر نے اس مضمون کو یوں بیان کیا ہے۔

نقوشِ غیب کو قسمت پہ چھوڑنے والو!
یہ نقش بنتے نہیں ہیں بنائے جاتے ہیں

لیکن یہ بات یاد رہے کہ جہاں تک آخرت میں انسان کی نجات کا تعلق ہے اس کا انحصار محض اعمال پر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور بخشش پر ہے۔البتہ یہ کہنا یقیناً درست ہے کہ نیک اور صالح اعمال اللہ تعالیٰ کی اس رحمت کو جذب کرنے کا ذریعہ ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

’’مبارک وہ جو اپنی کمزوریوں کا اقرار کر کے خدا سے رحم چاہتا ہے اور نہایت شوخ اور شریر اور بد بخت وہ شخص ہے جو اپنے اعمال کو اپنی طاقتوں کا ثمرہ سمجھ کر خدا سے انصاف چاہتا ہے۔‘‘

(چشمہ معرفت، روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 35)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے علم وعمل کے موضوع پر اپنی متعدد کتب میں ذکر فرمایا ہے۔ بالخصوص اپنی معرکۃ الآرا کتاب ’اسلامی اصول کی فلاسفی‘ میں اس کے مختلف پہلوؤں پر خوب روشنی ڈالی ہے۔ پانچویں سوال کے جواب میں کہ علم اور معرفت کے ذرائع کیا ہیں؟ آپ نے علم کی تین قسموں کا ذکر فرمایا ہے۔علم الیقین،عین الیقین اور حق الیقین۔ درجہ بدرجہ علم اور معرفت کے مختلف ذرائع میں عقل اور منقولات، فطرت انسانی، الہام الٰہی اور ان عملی تجربات کو بیان فرمایا ہے جن سے گزرنے کے بعد بالآخر انسان حق الیقین کے اعلیٰ ترین مقام کو پا لیتا ہے۔اس پُرمعارف بیان میں آپ نے علم اور عمل کے باہم تعلق اور جوڑ کی وضاحت فرمائی ہے۔

آپ نے فرمایا۔

’’محض اس علم میں کچھ شرف اور بزرگی نہیں جو صرف دماغ اور دل میں بھرا ہوا ہو بلکہ حقیقت میں علم وہ ہے کہ دماغ سے اتر کر تمام اعضاء اس سے متأدب اور رنگین ہو جائیں اور حافظہ کی یادداشتیں عملی رنگ میں دکھائی دیں۔سو علم کے مستحکم کرنے اور اس کے ترقی دینے کا یہ بڑا ذریعہ ہے کہ عملی طور پر اس کے نقوش اپنے اعضاء میں جمالیں۔کوئی ادنیٰ علم بھی عملی مزاولت کے بغیر اپنے کمال کو نہیں پہنچتا۔‘‘

(اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 445)

اسی نکتہ معرفت کی مزید وضاحت کرتے ہے آپ نے فرمایا۔

’’بابرکت علم وہی ہوتا ہے جو عمل کے مرتبہ میں اپنی چمک دکھلاوے اور منحوس علم وہ ہے جو صرف علم کی حد تک رہے۔کبھی عمل تک نوبت نہ پہنچے۔‘‘

(اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 446)

پھر فرمایا۔

’’علم کا حق الیقین کے مرتبہ تک پہنچنا اور کیا ہوتا ہے؟یہی تو ہے کہ عملی طور پر ہر ایک گوشہ اس کا آزمایا جائے۔چنانچہ اسلام میں ایسا ہی ہوا۔ جو کچھ خدائے تعالیٰ نے قرآن کے ذریعہ سے لوگوں کو سکھایا ان کو یہ موقع دیا کہ عملی طور پر اس تعلیم کو چکائیں اور اُس کے نور سے پُر ہو جائیں۔‘‘

(اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 446)

ان چند کلمات میں امام الزماں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے معارف کا دریا کوزے میں بند کر دیا ہے۔علم وعمل کا باہمی رابطہ اور تعلق نہایت خوبصورتی سے کمال جامعیت کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔حق یہ ہے کہ علم ایک بیج کی طرح ہے،جب تک اِس علم کے بیج سے روئیدگی نہ پھوٹے ، عمل کے پھل اور پھول نہ کھلیں، تو ایسا ہی علم، خواہ کتنا ہی ہو محض ایک جامد ،بےحقیقت اور بے فائدہ چیز ہے۔یہی وجہ ہے کہ اکمل ترین مذہب اسلام میں علم کی عظمت اور برکت کے بیان اور اُس کے حصول پر زور دینے کے ساتھ ساتھ عمل پر بہت زور دیا ہے قرآن مجید میں ایمان اور عمل صالح کو اکٹھا باندھ کر بار بار بیان کیا گیا ہے جس میں یہی سِر پنہاں ہے کہ محض زبانی اقرار ایمان، کچھ حقیقت نہیں رکھتا جب تک اُس اقرار کو عمل کے سانچے میں نہ ڈھالا جائے۔

یہ نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ ایمان کا سفر دراصل علم سے شروع ہوتا ہے۔جب یہ علم ترقی کرتے کرتے یقین اور معرفت کی حدود میں داخل ہوتا ہے تو اُس وقت اِسے ایمان کا نام دیا جاتا ہے۔یہ ایمان بنیادی طور پر دل سے تعلق رکھتا ہے اور اسلامی تعلیم کے مطابق صرف اتنا کافی نہیں کہ ایک شخص بعض عقائد کا دل سے اقرار کر لے بلکہ جب تک اس ایمان کے عملی تقاضوں کو پورا نہ کیا جائے اور نیک اور مناسب حال اعمال صالحہ سے اُس کو اپنی عملی زندگی میں پوری طرح نافذ نہ کیا جائے اُس وقت تک انسان کا ایمان مکمل نہیں کہلاتا پس علم وعمل آپس میں لازم و ملزوم کی طرح اِس طرح باہم پیوست ہیں کہ اِن کو ایک دوسرے سے جدا نہیں کیا جا سکتا۔عمل کے بغیر علم بے سود اور بے کار ہے اور علم کے بغیر ہر عمل حُسن اور صلاحیت سے عاری رہتا ہے۔نظریاتی اور کتابی علم کا فائدہ تب ہی ہے جب اُس پر عمل کیا جائے۔ روحانی دنیا میں بھی یہی اصول ہے اور عام دنیاوی مشاہدات میں بھی یہی اصول کارفرما نظر آتا ہے۔دنیا میں ہونے والی ہر نئی ایجاد درحقیقت علم کو عمل کے سانچے میں ڈھالنے ہی کا دوسرا نام ہے۔

علم وعمل کے باہمی تعلق کے بارہ میں حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ نے ایک لطیف نکتہ اپنی کتاب مرقاۃ الیقین میں بیان فرمایا ہے۔ایک بار آپ نے خواب میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔ آپ نے حضورؐ سے پوچھا کہ آپؐ نے حضرت ابوہریرہؓ کو وہ کون سی بات بتائی تھی جس وہ آپؐ کی حدیثیں یاد رکھتے تھے۔حضورؐ نے وہ بات بتانے کے لئے اپنا منہ ان کے کان سے لگایا کہ اتنے میں خلیفہ نورالدین نے آپ کو جگا دیا کہ نماز کا وقت ہے۔حضرت خلیفہ اوّل نے لکھا کہ اس خواب سے میری سمجھ میں آیا کہ حدیث پر عمل کرنا ہی دراصل حدیثوں کو یاد کرنے کا ذریعہ ہے۔یہ لطیف نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے۔

(مرقاۃ الیقین صفحہ 173)

اسلام میں تصدیق بالقلب کے بعد اقرار باللسان اور عمل بالجوارح پر بہت زور دیا گیا ہے۔حقیقت یہ کہ اسلام نام ہی عمل کا ہے۔ اسلام کا لفظی ترجمہ فرمانبرداری اور اطاعت کا ہے اور یہ مضمون صرف زبانی اقرار سے نہیں بلکہ عمل سے ثابت ہوتا ہے۔اسی لئے حضرت مسیح پاک علیہ السلام نے فرمایا۔

’’صرف زبان سے بیعت کا اقرار کرنا کچھ چیز نہیں ہے جب تک دل کی عزیمت سے اس پر پورا پورا عمل نہ ہو۔‘‘

(کشتی نوح)

جہاں تک اسلام لانے کے بعد عمل کے تقاضوں کا تعلق ہے اس کا میدان بے انتہا وسیع ہے۔اس قدر وسیع کہ انسان ساری زندگی بھی ان تقاضوں کو پورا کرنے کی کوشش کرتا رہے تو تب بھی یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس نے اپنی ذمہ داری کو کما حقہ ادا کر دیا۔ بالآخر یہی الفاظ زبان پر آ جائیں گے کہ

جان دی، دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

اس صورت حال میں ہر مومن کے لئے ایک ہی راستہ ہے جس پر چلنا ازبس لازم ہے اور وہ راستہ اپنے آپ کو کلیتہً ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنے کا اور ہر آن اس کی رضا کی راہوں کو ڈھونڈنے کا اور ہر لحہ اپنے آپ کو راہ مولیٰ میں فنا کر دینے کا۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ درس نصیحت دیا ہے جو ہمیشہ یاد رہنا چاہئے۔ فرمایا وَلَا تَمُوۡتُنَّ اِلَّا وَاَنۡتُمۡ مُّسۡلِمُوۡنَ کوئی نہیں جانتا کہ کب موت کا بلاوا آ جائے اس لئے سرخروئی اور کامیابی کا یہی وسیلہ ہے کہ زندگی کا ہر لحہ اس حالت میں بسر کرو کہ تم اللہ تعالیٰ کے سچے فرمانبردار ہو۔ اس مقام کو حاصل کرنا مشکل تو ہے لیکن یہی ایک ذریعہ ہماری فلاح اور سرخروئی کی ضمانت ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی زندگی بخش تحریرات میں اس مضمون کو مختلف پیرایوں میں بیان فرمایا ہے۔ ایک اور موقع پر فرمایا:

''چاہئے کہ ہر ایک صبح تمہارے لئے گواہی دے کہ تم نے تقویٰ سے رات بسر کی اور ہر ایک شام تمہارے لئے گواہی دے کہ تم نے ڈرتے ڈرتے دن بسر کیا۔''

(کشتی نوح)

خدا کو پانے کی راہیں بے شمار ہیں اور انسانی طاقتیں محدود۔ اس صورت میں حضرت مسیح پاک علیہ السلام کی ایک نصیحت خاص طور پر یاد رکھنے اور حرز جان بنانے کی ضرورت ہے۔ آپ نے فرمایا۔

''ہر ایک راہ نیکی کی اختیار کرو۔ نہ معلوم کس راہ سے تم قبول کئے جاؤ۔''

(الوصیت، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 308)

خدا تعالیٰ کو پانا مومن کی معراج ہے۔ لیکن اس کوچہ تک رسائی کوئی آسان بات نہیں۔ یہ زندگی بھر کا سفر ہے جو مسلسل قربانیوں اصلاح نفس اور فنافی اللہ کی راہوں سے گزرنے کا نام ہے۔ اب یہی ایک جہاد ہے جس کا سلسلہ زندگی کے آخری سانس تک جاری رہنا چاہئے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کیا خوب فرمایا ہے۔

''کیا ہی دشوار گزار وہ راہ ہے جو خدا کی راہ ہے پر اُن کے لئے آسان کی جاتی ہے جو مرنے کی نیت سے اِس اتھاہ گڑھے میں پڑتے ہیں..... مُبارک وہ جو خدا کے لئے اپنے نفس سے جنگ کرتے ہیں اور بدبخت وہ جو اپنے نفس کے لئے خدا سے جنگ کر رہے ہیں اور اُس سے موافقت نہیں کرتے۔ جو شخص اپنے نفس کے لئے خدا کے حکم کو ٹالتا ہے وہ آسمان میں ہرگز داخل نہیں ہوگا۔ سو تم کوشش کرو جو ایک نقطہ یا ایک شُعشہ قرآن شریف کا بھی تم پر گواہی نہ دے تا تم اسی کے لئے پکڑے نہ جاؤ کیونکہ ایک ذرّہ بدی کا بھی قابلِ پاداش ہے۔ وقت تھوڑا ہے اور کارِ عمر ناپیدا۔ تیز قدم اُٹھاؤ جو شام نزدیک ہے جو کچھ پیش کرنا ہے وہ بار بار دیکھ لو ایسا نہ ہو کہ کچھ رہ جائے اور زیاں کاری کا مُوجب ہو یا سب گندی اور کھوٹی متاع ہو جو شاہی دربار میں پیش کرنے کے لائق نہ ہو۔''

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد19 صفحہ 25-26)

علم و عمل کی باتیں بہت ہو چکیں۔ آیئے اب ان مقدس انسانوں کی زندگیوں پر ایک نظر کریں جنہوں نے حقیقی علم حاصل کیا اور حسن عمل اور اعمال صالحہ کی توفیق پائی اور ہمیشہ کے لئے علم و عمل کی حسین مثال بن گئے۔ ہاں وہ مقدس لوگ جنہوں نے اپنے آپ کو راہ مولیٰ میں کلیۃً گم کر دیا۔ جنہوں نے دین کو دنیا پر مقدم کر دیا۔ جنہوں نے مرضی مولیٰ پر اپنے آپ کو قربان کر دیا اور اس میدان میں دوسروں کے لئے نمونہ ٹھہرے۔ سرخیل ہمارے محبوب آقا و مولا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن کی زندگی قرآن مجید کی زندہ تفسیر تھی اور جن کو ساری انسانیت کے لئے اسوہ حسنہ قرار دیا گیا۔ پھر آپ کے روحانی فرزند جلیل سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام جو سب سے بڑے عاشق رسول ؐ تھے۔ قرون اولیٰ کے صحابہ کرامؓ اور پھر اس دور آخرین کے رفقائے مسیح موعود جو آسمان روحانیت کے روشن ستارے ہیں۔ ان واقعات سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ علم و عمل کے آداب اور قرینے کیا ہیں اور کس کس طرح اللہ تعالیٰ کی رضا مندی اور خوشنودی کے شیریں ثمرات حاصل کئے جاتے ہیں۔ آیئے سچے دل سے اپنے نفسوں کا محاسبہ کرتے ہوئے، ایمان افروز واقعات کی اس حسین وادی میں داخل ہوتے ہیں۔

اپنے خالق و مالک کو پہچاننا اور اس کی محبت کو دل میں بسا لینا اور اس کی عبادت کا حق ادا کرنا اسلام کی بنیادی تعلیم ہے۔ اسی غرض سے اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا۔ ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حقیقت کو سب سے بہتر سمجھا اور اس رنگ میں عمل کے سانچے میں ڈھالا کہ ہمیشہ کے لئے اسوہ حسنہ قرار پائے۔ آپؐ ہر وقت خدا کا ذکر کرتے۔ ہر لحہ اس کی یاد میں مصروف رہتے۔ ہر آن رو بخدا رہتے۔ خدا کی محبت میں فنائیت کا یہ عالم تھا کہ آپؐ کے دشمن بھی یہ اقرار کرتے کہ عَشِقَ مُحَمَّدٌ رَبَّهٗ کہ محمد تو اپنے رب کا عاشق ہے۔ اللہ کی عبادت آپؐ کی روح کی غذا تھی۔ فرمایا قُرَّةُ عَيْنِي فِي الصَّلَاةِ کہ دنیا میں اور بھی چیزیں مجھے پیاری ہیں لیکن میری آنکھوں کی ٹھنڈک اور میری جان کی راحت اپنے رب کی عبادت میں ہے۔ آپؐ کو نماز میں ایسا لطف اور سرور آتا کہ آپ گھنٹوں عبادت میں کھڑے رہتے حتیٰ کہ آپؐ کے پاؤں لمبے قیام کی وجہ سے سوج جاتے۔ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ ایک دفعہ میں نے ایسے ہی ایک موقع پر عرض کیا کہ آپؐ تو اللہ تعالیٰ کے پہلے ہی مقرب ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر انعام سے نوازا اور ہر برکت کا وعدہ دیا ہے، پھر آپؐ اپنے آپ کو اس قدر مشقت میں کیوں ڈالتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا اے عائشہ اَفَلَا اَكُوۡنُ عَبۡدًا شَكُوۡرًا کیا میرا یہ فرض نہیں بنتا کہ میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ بن کر اپنے محسن خدا کے در پر اسی طرح جھکا رہوں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نماز میں استغراق کا یہ عالم تھا کہ دنیا و مافیہا سے بالکل بے نیاز ہو کر نماز ادا فرماتے۔ بٹالہ ایک مقدمہ کی پیروی کے لئے گئے، اتنے میں نماز کا وقت ہو گیا۔ آپؑ نے خدا کے دربار میں حاضری کو مقدم جانا اور نماز پڑھنے لگ گئے۔ اس عرصہ میں آپؑ کی باری آئی۔ فریق مخالف نے یک طرفہ کاروائی سے فائدہ اٹھانا چاہا، لیکن آپؑ برابر نماز میں مصروف رہے۔ نماز کے بعد عدالت میں حاضر ہوئے تو حاکم نے آپ کو بتایا کہ میں نے تو پہلے ہی آپؑ کے حق میں فیصلہ دے دیا ہے۔

(حیات احمد جلد اول صفحہ 74)

حضرت معاذ بن جبلؓ کو جوانی کے زمانہ میں رسول پاک حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص طور پر یہ دعا سکھائی کہ خدایا مجھے حسن عبادت کی توفیق عطا فرما۔ چنانچہ معاذؓ نے اس نصیحت اور دعا کو بڑی وفا کے ساتھ عمل کے سانچے میں ڈھالا اور خوب عبادت کے حق ادا کئے۔ ذکر آتا ہے کہ راتوں کو اُٹھ کر نماز تہجد میں بڑے ہی پیار سے یوں مناجات کیا کرتے کہ اے میرے اللہ! لوگوں کی آنکھیں سو چکی ہیں، ستارے ڈوب گئے ہیں جب کہ تو زندہ اور ہمیشہ قائم رہنے والی ہستی ہے۔ اے اللہ! میری جنت کی طلب سست ہے اور میں آگ سے دُور بھاگنے میں بہت کمزور ہوں۔ اے اللہ! اپنے پاس میرے لئے ایسی ہدایت محفوظ رکھ جو مجھے قیامت کے دن لوٹا دے۔ یقیناً تو وعدہ کے خلاف نہیں کرتا۔ ایک بار بیمار ہوتے ہوئے تو ان الفاظ میں دعا کی کہ اے اللہ! مجھے تو بس تیرا ہی غم ہے۔ تیری عزت کی قسم تو جانتا ہے کہ مجھے تجھ سے محبت ہے۔ اتنا کہا کہ آپ پر غشی طاری ہوگئی۔ ہوش آئی تو پھر یہی کلمات زبان پر تھے۔

(اسد الغابہ جلد 4 صفحہ 377)

عبادت اور تقویٰ شعاری کے ضمن میں مجھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک بزرگ رفیق حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی کے دو ایمان افروز واقعات یاد آئے جو اپنے اندر عظیم درس نصیحت رکھتے ہیں۔ پہلا واقعہ اس زمانے کا ہے جب آپ نئے نئے احمدی ہوئے تھے۔ آپ فرماتے ہیں کہ میرا گزر ایک شہر سے ہوا تو اچانک میری نظر ایک اُونچے مکان پر پڑی جہاں ایک خوبصورت عورت بال بکھیرے ہوئے کھڑی تھی۔ میرے دل میں اس کو دوبارہ دیکھنے کی ہوس پیدا ہوئی۔ تو اس رات خواب میں میں نے دو فرشتوں کو دیکھا۔ ایک فرشتہ دوسرے کو مخاطب کرتے ہوئے میری نسبت یہ کہہ رہا تھا کہ:

''یہ شخص دیانت و امانت میں تو بہت ہی اچھا ہے بشرطیکہ اس کی نظر لک الاولیٰ سے تجاوز کر کے علیک الثانی تک نہ پہنچے''

آپ فرماتے ہیں کہ اس کشفی تادیب و تنبیہ سے مجھے ہمیشہ کے لئے ایک مفید سبق مل گیا۔

(حیاتِ قدسی صفحہ 39)

دوسرا واقعہ یوں بیان فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک دوست کسی کام سے مجھے اپنے گاؤں لے گیا۔ اس کے اصرار پر رات اس کے ہاں قیام کیا۔ اتفاقاً اس دوست کو کسی کام کے لئے رات گھر سے باہر جانا پڑا۔ جاتے ہوئے اس نے گھر میں میری مہمان داری کے متعلق مناسب تلقین کر دی۔ اس کے جانے کے بعد اس کی بیوی نے جو خوب صورت اور جوان تھی مجھے آواز دی کہ میں آپ کا جسم دبانے کے لئے اندر آنے کی اجازت چاہتی ہوں۔ میں نے کہا کہ غیر محرم مرد کو ہاتھ لگانا سخت گناہ ہے اس لئے آپ اپنے کمرہ میں ہی رہیں۔ میرے پاس آنے کی جرات نہ کریں۔ اس عورت نے اپنی غلطی پر اصرار کیا۔ میں نے پھر وہی جواب دیا۔ فرماتے ہیں کہ جب میں نے محسوس کیا کہ یہ عورت اپنے بد ارادہ سے باز نہیں آئے گی تو میں نے وضو کر کے مصلّٰی بچھا لیا اور نماز پڑھنی شروع کر دی۔ نماز کے رکوع اور سجود کو اتنا لمبا کیا کہ ساری رات نماز میں گزر گئی اور اسی حالت میں صبح ہوگئی۔ نماز فجر پڑھتے ہی مجھے اتنی نیند آئی کہ میں مصلّٰی پر سو گیا۔ خواب میں دیکھا کہ میرا منہ چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن ہے اور ایک فرشتہ نے بتایا کہ یہ تمام فضل اس مجاہدہ نفس اور خشیت اللہ کی وجہ سے ہوا ہے اور اس وجہ سے کہ آج رات تو نے تقویٰ شعاری سے گزاری ہے۔''

(حیات قدسی صفحہ 38)

(باقی کل ان شاء اللہ)

عبدالنور۔ نمائندہ الفضل آن لائن آئیوری کوسٹ

آئیوری کوسٹ میں ریجنل جلسے

جماعت احمدیہ آئیوری کوسٹ کو بفضل اللہ امسال ملک کے تمام ریجنز میں وقتاً فوقتاً ریجنل جلسہ جات کے انعقاد کی توفیق مل رہی ہے۔اس ضمن میں دوران ماہ سینفرا ریجن کے جلسہ کے بعد مؤرخہ 19 مارچ 2022ء کو اومے (Oumé)ریجن نیز 20 مارچ کو ایسیا (Issia) ریجن کو اپنا سالانہ ریجنل جلسہ منعقد کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔

ریجنل جلسہ اومے(Oumé)

امسال اومے (Oumé)ریجن کو اپنادوسرا ایک روزہ سالانہ ریجنل جلسہ مؤرخہ 19 مارچ 2022ء بروز ہفتہ ریجن کی ایک جماعت کاغبے (Kagbé)میں منعقد کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔اس جلسہ کے لئے مہمانان کرام کی آمد کا سلسلہ جمعۃ المبارک کے روز سے ہی شروع ہوگیا۔اس سلسلہ میں ریجنل مشنری مکرم مبشر احمد صاحب نے ریجنل عاملہ نیز احباب جماعت سے مختلف مواقع پر میٹنگز کر کے تیاریوں کا آغاز قبل از وقت ہی کر دیا۔اس کے تحت ریجن کی تمام جماعتوں کا دورہ کر کے احباب جماعت کو جلسہ میں آنے کی دعوت نیز جلسہ میں شمولیت کی اہمیت سے آگاہ کیا گیا۔بروز جمعۃ المبارک مرکزی وفد امیر ومشنری انچارج آئیوری کوسٹ مکرم عبدالقیوم پاشا صاحب کی قیادت میں جلسہ گاہ میں پہنچ گیا۔چنانچہ بروز جمعۃ المبارک نماز مغرب وعشاء باجماعت ادائیگی کے بعد شاملین جلسہ کو طعام پیش کیا گیا جس کے معاًبعد سوال وجواب کی نشست رکھی گئی جس میں شاملین جلسہ نے مکرم صلہ ابراہیم صاحب معلم سلسلہ بواکے نیز عبدالرحمان صاحب معلم سلسلہ آبی جان سے مختلف موضوعات پر سوالات کئے اور ان کے جواب انہیں دیئے گئے۔

جلسہ کے دن کا باقاعدہ آغاز بروز ہفتہ نماز تہجد کے ساتھ کیا گیا جس کے معاً بعد مکرم بالو احمد صاحب نے آمد مسیح موعودؑ کے حوالے سے درس دیا۔ بعد ازاں نماز فجر باجماعت ادا کی گئی۔ نماز کے بعد نیشنل صدران برائے انصار اللہ، لجنہ اماء اللہ نیز نمائندہ صدر خدام الاحمدیہ نے اپنی اپنی ذیلی تنظیمات کے ساتھ میٹنگ کی جس میں انہیں انکے مفوضہ امور کے متعلق رہنمائی کی۔جلسہ کے باقاعدہ پروگرام کے لئے مکرم امیر صاحب آئیوری کوسٹ 9:45 منٹ پر جلسہ گاہ تشریف لائے جس کے بعد باقاعدہ پرچم کشائی کے ساتھ جلسہ کا آغاز کیا گیا۔تلاوت ونظم کے بعد جلسہ کی سب سے پہلی تقریر مکرم جیالو صدیق صاحب معلم سلسلہ آبنگرو نے بعنوان ’’مقام حضرت مسیح موعودؑ‘‘ کی۔جس کے بعد مکرم صلہ ابراہیم صاحب معلم سلسلہ بواکے نے تقریر بعنوان ’’صداقت حضرت مسیح موعودؑ‘‘ کی۔اس تقریر کے بعد مکرم بالو احمد صاحب نے تقریر بعنوان ’’خلافت کی اہمیت

و برکات‘‘ کی۔ان کی تقریر کے بعد ذیلی تنظیموں نے نیشنل صدران و نمائندگان نے حاضرین جلسہ سے خطاب کیا اور انہیں ذیلی تنظیموں کی مختصر خاکہ پیش کیا۔جس کے بعد جلسہ میں شامل معزز مہمانان کرام نے حاضرین جلسہ سے اظہار خیال کیا۔ان تقاریر کے بعد جلسہ کی اختتامی تقریر مکرم عبدالقیوم پاشا صاحب امیر ومشنری انچارج آئیوری کوسٹ نے جلسہ کی اختتامی تقریب بعنوان ’’شرائط بیعت اور انکی پاسداری (پہلی و دوسری شرط)‘‘ کی اور دعا کے بعد نماز ظہر وعصر جمع کر کے ادا کی گئی جس کے بعد حاضرین کی تواضع کھانے سے کی گئی نیز بعد ازاں ریجنل جلسہ اومے کا باقاعدہ اختتام ہوا۔

دوران سال اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اومے ریجن کو اپنا دوسرا جلسہ منعقد کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ اس جلسہ کے مفوضہ امور کے لئے جلسہ کمیٹی مقرر کی گئی نیز افسر جلسہ مکرم عبدالرحمان کونے صاحب کو مقرر کیا گیا۔جلسہ کی ڈیوٹیز کی انجام دہی کے لئے تمام مجالس سے آئے خدام میں سے چنیدہ خدام بھی مقرر کئے گئے۔امسال اومے ریجن کے جلسہ کی کل حاضری 605 رہی جس میں ریجن کی 17 جماعتوں نے شرکت کی۔جبکہ بطور مہمان خصوصی مختلف مقامی قبائل و جماعات مثلاً انصار الدین، حسبنا اللہ، گنی قبیلہ، مالین، تجانی فرقہ کے مقامی سربراہان نے شرکت کی۔

ریجنل جلسہ ایسیا(Issia)

جماعت احمدیہ ایسیا(Issia) کو محض خدا تعالیٰ کے فضل سے اپنا پہلا ایک روزہ ریجنل جلسہ سالانہ مؤرخہ 20 مارچ 2022ء بروز اتوار ایسیا کی جماعت غازیبو(Gazibouo)میں منعقد کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔اس جلسہ کے انتظامات خاکسار (عبدالنور مبلغ سلسلہ ساں پیدرو) نیز ریجنل مشنری برائے ایسیا مکرم وارث علی صاحب کو کرنے کی توفیق ملی۔جلسہ کے انعقاد سے قبل تمام جماعتوں میں جاکر احباب جماعت کو جلسہ میں شمولیت کی دعوت دی گئی۔جلسہ سے ایک روز قبل ہی احباب جماعت مختلف مقامات سے پہنچ گئے۔مکرم امیر ومشنری انچارج آئیوری کوسٹ بھی مع جماعتی نمائندگان ونیشنل عاملہ، اومے ریجن کے جلسہ کے اختتام کے بعد بعد از نماز مغرب وعشاء پہنچ گئے جہاں احباب جماعت نے ان کا استقبال کیا۔جس کے بعد احباب جماعت کو کھانا فراہم کیا گیا معاًبعد سوال وجواب کی نشست رکھی گئی جس میں مکرم بالو احمد صاحب و جیالو احمد صاحب، صلہ ابراہیم صاحب و سینا کولیبالی معلمین سلسلہ نے سوالات کے جوابات دیے۔

جلسہ کے روز کا آغاز باجماعت نماز تہجد سے کیا گیا جس کے بعد مکرم جیالو احمد صاحب معلم سلسلہ آبنگرو نے درس بعنوان پنجوقتہ نماز کی اہمیت دیا جس کے بعد نماز فجر ادا کی گئی۔نماز کے بعد نیشنل صدر انصار اللہ، لجنہ اماءاللہ نیز نمائندہ صدر خدام الاحمدیہ نے اپنی اپنی ذیلی تنظیم کے ضلعی نمائندگان کے ساتھ میٹنگ کی۔سات بجے حاضرین جلسہ کو ناشتہ فراہم کیا گیا۔مکرم امیر صاحب جلسہ گاہ میں نو بجے تشریف لے آئے۔جبکہ جلسہ کا باقاعدہ آغاز پونے دس بجے لوائے احمدیت و قومی پرچم لہرانے سے کیا گیا۔جس کے بعد جلسہ کے پروگرام کا باقاعدہ آغاز ہوا۔مکرم زالے یونس صاحب معلم سلسلہ باکارادوگو نے تلاوت قرآن پاک کی اور فرنچ زبان

میں اس کا ترجمہ پیش کیا جس کے بعد مکرم سینا کولیبالی صاحب معلم سلسلہ سینفرا نے قصیدہ پڑھا۔جلسہ کی پہلی تقریر مکرم وترا زکریا صاحب معلم سلسلہ غازیبو نے بعنوان ’’وفات مسیحؑ نیز ختم نبوت‘‘ کی جس کے بعد مکرم سومارو قاسم صاحب معلم سلسلہ ساں پیدرو نے تقریر بعنوان ’’صداقت حضرت مسیح موعودؑ‘‘ کی۔ بعد ازاں مکرم وترا عبداللہ صاحب معلم سلسلہ ایسیا شہر نے بعنوان ’’اسلام امن کا مذہب‘‘ کی۔جس کے بعد ذیلی تنظیموں کے نیشنل صدران نے مختصر خطاب کیا بعد ازاں جلسہ میں شامل غیراز جماعت معزز مہمانان نے اظہار خیال کیا۔جلسہ کی اختتامی تقریر مکرم امیر صاحب آئیوری کوسٹ نے بعنوان ’’یوم مسیح موعودؑ نیز شرائط بیعت اور ہماری ذمہ داریاں (تیسری و چوتھی شرط)‘‘ کی اور دعا کروائی۔ بعد ازاں نماز ظہر وعصر باجماعت ادا کی گئی اور طعام کے ساتھ جلسہ کا باقاعدہ اختتام ہوا۔

ایسیا ریجن کے پہلے جلسہ میں بفضل خدا تعالیٰ 1182 افراد نے شرکت کی نیز ریجن کی 08 جماعتوں کے ساتھ دیگر 08 ریجنز کی نمائندگی بھی رہی۔جلسہ سے قبل پیارے آقا ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت اقدس میں جلسہ کے کامیاب انعقاد کے لئے دعائیہ خط لکھا گیا جس کا جواب بھی پیارے آقا کی طرف سے موصول ہوا۔جلسہ سے ایک روز قبل انتہائی تیز بارش شروع ہوگئی جس کے باعث جلسہ میں رکاوٹ کا احتمال تھا تاہم تیز بارش کا یہ سلسلہ جلسہ کے روز نماز فجر کے ساتھ ہی تھم گیا نیز پورا دن انتہائی خوشگوار موسم رہا جس کے باعث حاضرین جلسہ گرمی کی پریشانی سے بچے رہے۔جلسہ کے انتظامات کے لئے کمیٹی بنائی گئی نیز جلسہ کے دوران بلڈ ڈونیشن کیمپ کا بھی انعقاد کیا گیا جس میں کل 55 مرد وخواتین نے عطیہ خون کرنے کی سعادت پائی۔جلسہ میں سرکاری افسران نے بھی شرکت کی جس میں شہر کے نائب گورنر، نیز کمشنر کے نمائندہ، 4 گاؤں کے چیف، کئی ایک مقامی غیراز جماعت امام، مقامی چرچ کے پاسٹر صاحب بھی شامل تھے جنہوں نے اپنے اظہار خیال میں جماعت احمدیہ کی اس کاوش کو سراہا اور بعد ازاں اکثر مسلمان آئمہ نے اس بات کا اقرار کیا کہ جماعت احمدیہ کے متعلق جو باتیں دوسروں سے سنی تھیں آج خود ان کے پروگرام میں شامل ہو کر وہ سب خدشات دور ہو گئے۔ اس جلسہ کی خبر مقامی اخبار AIP میں بھی جماعتی لوگو ’’محبت سب کے لئے نفرت کسی سے نہیں‘‘ کے ساتھ لگی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ شاملین جلسہ کو جلسہ کی برکات سے حقیقی فائدہ اٹھانے والا بنائے نیز ان کے حق میں حضرت مسیح موعودؑ کی دعاؤں کو پورا کرے۔ نیز جماعت احمدیہ اومے و ایسیا کو آئندہ بھی تربیت کے ایسے موقع پیدا کرنے کی توفیق عطا فرماتا جائے۔آمین

ایڈیٹر کے نام خطوط

• **مکرم ابن ایف آر بسمل لکھتے ہیں:**

13/ اپریل 2022ء کے شمارہ الفضل میں ’’حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کا وصفِ شعر و سخن (قسط اول)‘‘ پڑھ کر بہت لطف آیا اور آپؒ کی حسین یادیں ابھر کر سامنے آنے لگیں۔ ماشاء اللہ! ہادی علی چوہدری صاحب کو اللہ تعالیٰ نے ایک لمبا عرصہ حضورؒ کی قربت میں رہنے اردو کلاس اور دیگر علمی مجالس میں کام کرنے کا موقع ملا ہے۔ اور ان کا حضورؒ کی بے مثال شاعری پر تبصرہ بہت شاندار ہے۔ ہمیں تو حضورؒ کی سیرت و سوانح پر کتاب کا بھی شدت سے انتظار ہے۔ ہر احمدی اپنے جذبہ ایمان اور للّٰہی محبت کی بناء پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ سے اپنے تعلق کا اظہار کرتا ہے۔ ان میں، مَیں بھی شامل ہوں۔

9 جون 1982ء اسلام آباد پاکستان میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کی وفات سے لے کر ربوہ میں 10 جون 1982ء اور پھر 19 اپریل 2003ء آپ کے وصال بلکہ 23 اپریل 2003ء کو آپ کی تدفین تک آپؒ سے میرا رابطہ رہا۔ آپؒ کی یاد کبھی محو ہونے والی نہیں اس کے تذکرے ہوتے رہے ہیں اور ہوتے رہیں گے۔

ایک اور مکتوب میں تحریر کرتے ہیں:

آپ کا اداریہ ’’رمضان المبارک انسانی کثافتوں کو صاف کرنے کا روحانی چھٹہ‘‘ بہت پسند آیا۔ اچھی تشبیہات سے مزین سارے اداریے قابل ستائش ہیں۔ ابتلاؤں سے کامیاب ہو کر نکلنا اللہ کے فضل پر منحصر ہوتا ہے وَاِذِ ابۡتَلٰۤی اِبۡرٰہٖمَ رَبُّہٗ بِکَلِمٰتٍ فَاَتَمَّہُنَّ ؕ قَالَ اِنِّیۡ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا کا مضمون ہے۔

• **مکرمہ در ثمین احمد۔ جرمنی سے لکھتی ہیں:**

آج کا اداریہ ’’رمضان المبارک انسانی کثافتوں کو صاف کرنے کا روحانی چھٹہ‘‘ اور ہادی صاحب کے مضمون بعنوان ’’حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کا وصفِ شعر و سخن‘‘ دونوں اقساط بے حد شاندار ہیں۔ ہر ہر جملے کا لطف آ گیا۔

• **مکرمہ عفت وہاب بٹ۔ ڈنمارک سے لکھتی ہیں:**

’’رمضان المبارک انسانی کثافتوں کو صاف کرنے کا روحانی چھٹہ‘‘ ماشاء اللہ! ہمیشہ کی طرح ذرا ہٹ کر اور ’’وکھرا‘‘ سا مضمون ہے۔ خدا جزا عطا فرمائے آمین

• **مکرمہ بشریٰ نذیر آفتاب۔ سسکاٹون، کینیڈا سے لکھتی ہیں:**

’’رمضان المبارک انسانی کثافتوں کو صاف کرنے کا روحانی چھٹہ‘‘ بہت ہی ایمان افروز اداریہ ہے۔ مجھے تو بہت ہی لطف آیا۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس عاجزہ نے یہ سارے عمل (گنے کے رس رَوسے لیکر کڑاہ میں ڈالنے، پکنے، رنگ کاٹ کا چھٹہ اور گڑ بننے کا عمل) کا بارہا مشاہدہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری روحانی زندگیوں میں بھی اسی طرح نکھار پیدا فرمائے، آمین۔

• **مکرمہ منصورہ فضل من۔ قادیان سے لکھتی ہیں:**

ماشاء اللہ! بہت خوبصورت اداریے پڑھنے کو مل رہے ہیں۔ جزاک اللہ۔

• **مکرمہ صادقہ چوہدری۔ کینیڈا سے لکھتی ہیں:**

’’روحانی چھٹہ‘‘ کیا خوبصورت اور اچھوتا انداز بیان ہے، روزے کی وضاحت کا۔ جس نے دل کی میل کو صاف کر دیا ہے۔ پیارے خدا سے کچھ پیار ملتا لگ رہا ہے۔ راستے کی دھند دور ہوگئی ہے۔ کیسا مصفا اور دلفریب راستہ نظر آنے لگا ہے خدا تک پہنچنے کا۔ جزاک اللہ

• **مکرم اے آر بھٹی لکھتے ہیں:**

روزنامہ الفضل آن لائن ہمہ وقت قلمی جہاد میں مصروف ہے اور بلا شبہ دینی خدمات میں اس کا کوئی ثانی نہیں۔ اللہ تعالیٰ اسے مزید کامیابیوں سے ہمیشہ ہمکنار کرے، آمین۔ اس میں خدمت کرنے والے تمام احباب وخواتین بھی دعاؤں کے مستحق ہیں۔ یہ مکمل دینی اخبار ہے اور فیض عام جاری رکھے ہوئے ہے۔ اللہ پاک کے احکامات اور ہمارے پیارے آقا حضرت محمد ﷺ کے ارشادات، حضرت سلطان القلمؑ کی تحریرات اور امام وقت کی نصیحتیں ہمارے ایمان کو بڑھانے میں مددگار بنتی ہیں۔ پھر دنیا میں جماعت کی ترقی اور کاوشوں کا ہمیں علم ہوتا ہے۔ روزنامہ کے مختلف مضامین سچ پوچھیں تو علمی خزانہ بانٹتے ہیں۔ فقہی مسائل کے حل کے لئے رہنمائی ملتی ہے۔ روزانہ دعا کی طرف ہمیں متوجہ کیا جاتا ہے۔ گویا ہماری آخرت کو سنوارنے کے لئے ہر طرح سے ہمیں تیار کیا جاتا ہے۔ آج کل رمضان کا دوسرا عشرہ جا رہا ہے۔ ہمیں جائزہ لینا ہے کہ ہم ان بابرکت ایام سے کتنا فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں زیادہ سے زیادہ ذکر وفکر کی توفیق دے، آمین۔

اللہ تعالیٰ سب خدمت کرنے والے احباب وخواتین کی دینی مساعی کو قبول فرمائے اور مقبول خدمت دین کی توفیق دے آمین۔ خاکسار رمضان المبارک میں دعا کے لئے ملتمس ہے۔

ہم یہاں رہ کر ترستے تھے جس کے لئے
مولا نے اسے پہنچا دیا روزانہ ہمارے در پر
جتنا شکر کریں رب کا اتنا کم ہے بھئی
الفضل ہے آب کوثر جو ملتا ہے روزانہ تیرے در پر

DAILY LONDON ALFAZL ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION | Download on the App Store | ANDROID APP ON Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

بقیہ: دربارِ خلافت...... از صفحہ 2

کرنے کا باعث بنتا ہے۔ ایک مومن کے دل میں دوسرے مومن کے لئے، اپنے کمزور اور ضرورتمند بھائی کے لئے نرمی کے اور پیار کے جذبات پیدا کرنے کا باعث بنتا ہے۔ ایک غریب مومن کے دل میں اپنے مالی لحاظ سے بہتر بھائی کے لئے جو روزے کا حق ادا کرتے ہوئے اُس کا بھی حق ادا کر رہا ہے، شکر گزاری اور پیار کے جذبات پیدا کرنے کا باعث بنتا ہے۔

پھر روزہ جو تقویٰ کے حصول کے لئے ہو، جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہو اُس میں مشقت کی عادت بھی پیدا ہوتی ہے۔ سحری اور افطاری میں کم خوری اس لئے نہیں ہوتی کہ دوسروں پر اظہار ہو، بلکہ اس لئے ہوتی ہے کہ جسمانی روٹی کم کر کے تزکیہ نفس کی طرف زیادہ توجہ ہو۔

پس وہ لوگ جو اس وہم میں ہیں کہ ہم کم کھا کے کمزور نہ ہو جائیں، سحری اور افطاری میں ضرورت سے زیادہ پُرخوری کرتے ہیں، اُن کے لئے بھی سبق ہے کہ اپنی خوراک کو کنٹرول کرو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر ضروری مواقع پر جہاں فتنہ وفساد کا خطرہ ہو، رنجشوں کے بڑھنے کا خطرہ ہو، روزے دار کو یہ نصیحت فرمائی ہے کہ تم ''اِنِّیْ صَآئِمٌ'' کہ میں روزہ دار ہوں، کہا کرو۔ اس میں تقویٰ کے راستوں کی طرف نشاندہی فرمائی ہے کہ روزے کا حق ادا کرنے کے لئے تقویٰ کے حصول کے لئے اپنے جذبات پر کنٹرول بھی ضروری ہے۔ تم نے اپنے آپ کو جھگڑوں سے بھی بچانا ہے کہ روزے کا مقصد پورا ہو۔ تم نے اپنے آپ کو غیبت سے بھی بچانا ہے کہ روزے کا مقصد پورا ہو۔ تم نے اپنے آپ کو جھوٹ اور غلط بیانی سے بھی بچانا ہے کہ روزے کا مقصد پورا ہو۔

پس روزے دار کے لئے زبان کے غلط استعمال سے رُکنا بھی ضروری ہے۔ ایک مہینہ کی زبان کو قابو میں رکھنے اور غلط استعمال سے روکنے کی یہ عادت جو تقویٰ کے حصول کے لئے ضروری ہے، پھر آئندہ زندگی میں بھی بہت سے گناہوں اور غلطیوں سے بچانے کا باعث بنتی ہے۔ ایک مہینہ کی عادت سے مستقل مزاجی سے ایک مہینہ تک برائیوں سے پرہیز کرنے کی عادت پڑتی ہے۔ تقویٰ پر چلنے کی مستقل عادت پڑ جاتی ہے۔ تقویٰ کی تلاش کی عادت پڑ جاتی ہے اور یہ عادت ہی اصل میں روزہ اور رمضان کا مقصد ہے۔ ورنہ صرف سال میں ایک مہینہ نیکیوں کے عمل اور اللہ تعالیٰ کی رضا کی کوشش اور گیارہ مہینے اپنی مرضی، دنیا کا اثر، برائیوں میں ملوث ہونا تو کوئی مقصد پورا نہیں کرتا۔

پس اس مہینے میں ہر ایک کو اپنے جائزے لیتے ہوئے روزے اور رمضان کی روح کو تلاش کرنے کی ضرورت ہے۔ تقویٰ کے راستوں کی تلاش کی ضرورت ہے۔ حلال اور جائز چیزوں کے اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے چھوڑنے کا جو تجربہ حاصل ہو گا اُسے اپنے اندر عمومی، اخلاقی تبدیلی پیدا کرنے کا ذریعہ بنانے کی کوشش کی ضرورت ہے۔ حقوق العباد کی ادائیگی کی طرف جو توجہ پیدا ہوگی، اپنے غریب بھائیوں کی مدد کی طرف جو توجہ پیدا ہوگی، اُسے مستقل زندگی کا حصہ بنانے کی طرف توجہ اور کوشش کی ضرورت ہے۔ پس روزوں میں، رمضان کے مہینے میں عبادات اور قربانی کا جو خاص ماحول پیدا ہوتا ہے اُسے مستقل اپنانے کی ضرورت ہے تا کہ ہم متقیوں کے گروہ میں شامل ہونے والوں کی طرف بڑھنے والے ہوں۔ اس رمضان میں ہمیں اپنی تمام تر صلاحیتوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے یہ اللہ تعالیٰ کا ہم پر احسان ہے کہ رمضان میں خدا تعالیٰ جنت کے دروزے کھول دیتا ہے اور دوزخ کے دروازے بند کر دیتا ہے۔

(صحیح البخاری کتاب الصوم باب ھل یقال رمضان او شھر رمضان ... حدیث نمبر 1899)

ہمیں کوشش کرنی چاہئے کہ اس مہینہ میں عبادتوں، تزکیہ نفس اور حقوق العباد کی ادائیگی کے ذریعہ جنت کے ان دروازوں میں داخل ہونے کی کوشش کریں۔ یا جنت کے ان دروازوں سے جنت میں داخل ہونے کی کوشش کریں جو پھر ہمیشہ کھلے رہیں۔ اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ و استغفار کرتے ہوئے جھکیں اور اُن خوش قسمتوں میں شامل ہو جائیں جن کی توبہ قبول کر کے اللہ تعالیٰ کو اُس سے زیادہ خوشی ہوتی ہے جتنی ایک ماں کو اپنا گمشدہ بچہ ملنے سے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے اُس پیار کو حاصل کرنے والے ہوں اور اللہ تعالیٰ کو اس رمضان میں وہ خوشی پہنچانے والے ہوں جو گمشدہ بچہ کے ماں کو مل جانے سے زیادہ ہے۔ لیکن جیسا کہ اس کا پہلے بار بار ذکر ہو چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو یہ خوشی پہنچانے کے لئے ہمیں تقویٰ پر چلتے ہوئے ان عبادتوں جن میں فرائض بھی ہیں اور نوافل بھی، ان کے معیاروں کو بلند کرنا ہوگا۔ اپنے روزوں کا حق ادا کرنے کی کوشش کرنی ہو گی۔ حقوق العباد کی ادائیگی کی طرف توجہ دینی ہو گی۔ اللہ تعالیٰ محض اور محض اپنے فضل سے یہ سب کچھ اس رمضان میں ہمیں حاصل کرنے اور ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(خطبہ جمعہ 12/ جولائی 2013ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

چھوٹی مگر سبق آموز بات

صدق کا قدم

حضرت مسیحِ موعودؑ فرماتے ہیں کہ:۔''خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ میں اپنی جماعت کو اطلاع دوں کہ جو لوگ ایمان لائے، ایسا ایمان جو اُس کے ساتھ دنیا کی ملونی نہیں اور وہ ایمان نفاق یا بزدلی سے آلودہ نہیں اور وہ ایمان اطاعت کے کسی درجہ سے محروم نہیں ایسے لوگ خدا کے پسندیدہ لوگ ہیں۔ اور خدا فرماتا ہے کہ وہی ہیں جن کا قدم صدق کا قدم ہے۔''

(الوصیت صفحہ 14 تا 15 اڈیشن 2004ء یو کے)

مرسلہ: بشریٰ نذیر آفتاب۔ سسکاٹون، کینیڈا

طلوع وغروب آفتاب

26 اپریل 2022ء	طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ	04:33	18:44
مدینہ منورہ	04:28	18:49
قادیان	04:21	19:05
ربوہ	04:01	18:45
اسلام آباد ٹلفورڈ	04:16	20:17

فقہی کارنر

فدیہ دینے کی کیا غرض ہے؟

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:

ایک دفعہ میرے دل میں آیا کہ فدیہ کس لئے مقرر کیا گیا ہے تو معلوم ہوا کہ توفیق کے واسطے ہے تا کہ روزہ کی توفیق اس سے حاصل ہو۔ خدا تعالیٰ ہی کی ذات ہے جو توفیق عطا کرتی ہے اور ہر شے خدا تعالیٰ ہی سے طلب کرنی چاہئے۔ خدا تعالیٰ تو قادر مطلق ہے وہ اگر چاہے تو ایک مدقوق کو بھی روزہ کی طاقت عطا کر سکتا ہے تو فدیہ سے یہی مقصود ہے کہ وہ طاقت حاصل ہو جائے اور یہ خدا تعالیٰ کے فضل سے ہوتا ہے۔ پس میرے نزدیک خوب ہے کہ دعا کرے کہ الٰہی! یہ تیرا ایک مبارک مہینہ ہے اور میں اس سے محروم رہا جاتا ہوں اور کیا معلوم کہ آئندہ سال زندہ رہوں یا نہ، یا فوت شدہ روزوں کو ادا کر سکوں یا نہ، اور اس سے توفیق طلب کرے تو مجھے یقین ہے کہ ایسے دل کو خدا تعالیٰ طاقت بخش دے گا۔

(البدر 12 دسمبر 1902ء صفحہ 52)

(داؤد احمد عابد۔ استاد جامعہ احمدیہ برطانیہ)